جمادی الثانی 1435ھ
اپریل 2014ء

ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں مفرد بازی لے گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا
یارسول اللہ ﷺ مفرد کون ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (الحدیث)

ذکر اذکار سے صفائے قلب مقصود ہے اور یہی تصوف ہے
کہ جو کام ہم کرتے ہیں اس میں ہمارا دل بھی شامل ہو۔

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف کیا ہے؟

شک سے یقین کی طرف، تذبذب سے اعتبار کی طرف سفر کرنے کا نام تصوف ہے۔ آج کے مسلمان کی سب سے بڑی کمزوری یقین میں کمی ہے۔ یقین ایک ٹھوس حقیقت کا نام ہے جو بے لچک ہوتا ہے۔ لچکدار یقین کُفر سے دبتا ہے۔ شک کو راہ دیتا ہے اور استقامتِ دین سے دور رکھتا ہے۔ جبکہ ایمان اللہ کریم کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور شریعت مطہرہ کی صداقت پر کامل یقین کا نام ہے۔

اس یقین کی بدولت بندے کی عبادات پُر خلوص اور اعمال کھرے ہوتے ہیں۔ ذکر اذکار اور تصوف، دین کا وہ شعبہ ہے جو بندے میں یہ احساس اجاگر کرتا ہے کہ بندے کے عقیدے اور عمل میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ جو بیمار اپنی بیماری اور اس کے علاج پر آمادہ ہو جائے اسے شفایاب ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ اسی طرح ذکر اذکار اور صحبتِ اولیاء وہ نسخہ ہے کہ بندہ شک، تذبذب اور ابہام سے شفا پا کر یقین کی دولت پا لیتا ہے اور شیطان کا مقابلہ کرنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ کے ہونے پر یقین اسے توکل سکھاتا ہے۔ زندگی کے نشیب و فراز، مسائل اور مشاغل میں وہ اللہ سے اس کی رحمت کا طلب گار رہتا ہے۔ زندگی سہل اور آخرت کامیاب ہوتی ہے۔ آخرت کا یقین دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے حساب کتاب کی یاد دلاتا ہے۔ بندہ لین دین میں، وعدہ ایفاء کرنے میں، حقوق کی ادائیگی میں یوم حشر کو یاد رکھتا ہے۔ فرد کی اصلاح سے شروع ہو کر معاشرے کی اصلاح کا عمل اسی یقین کے حصول کا مرہونِ منت ہے۔

حصول یقین کے لئے جو محنت و مجاہدہ صحبتِ شیخ میں کیا جاتا ہے وہی تصوف کا راستہ ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ

المرشد

PS/CPL#15

اپریل 2014ء، جمادی الثانی/1435ھ

جلد نمبر 35 شمارہ نمبر 08

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
ماہانہ بیان	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	16
اکرم التفاسیر	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	21
سوال وجواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	31
ولادت مبارک 9 یا 12 ـــ تاریخی وشرعی	مولانا تنویر الاسلام قاسمی	33
کمال نسبت اویسیہ	نوید اشرف، واہ کینٹ	37
مسلمانوں کا عہد زریں	ملیحہ وحید، لاہور	42
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	43
بچوں کا صفحہ	ع۔ خان، لاہور	45
مسائل جمیلہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	46
Questions and Answers	Ameer Muhmmad Akram Awan MZ	54
A LIFE ETERNAL CH:20	Abul Ahmadain	56

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

یہ ابلیس بھی اُن ہی میں سے ایک جن تھا جو نہایت عابد و زاہد تھا حتیٰ کہ اکثر فرشتوں کے ساتھ آسمانوں پر رہتا تھا۔ تو سب نے عرض کی کہ اللہ یہ نئی مخلوق بھی کچھ ایسے ہی گل کھلائے گی ہم جو تیری بارگاہ میں حاضر ہیں تیری حمد وثناء کرتے ہیں ہمہ وقت تسبیح و تقدیس اور ہمیشہ اطاعت کرتے ہیں جو تیری مخلوق کے لئے بھی باعث رحمت ہے۔ جب ایک ایسی مخلوق موجود ہے جو قطعاً نافرمانی نہیں کر پاتی تو پھر دوسری مخلوق کے پیدا کرنے میں کیا راز ہے؟

فرمایا: یہ میں جانتا ہوں تمہارے علم کی وہاں تک رسائی نہیں، دراصل ساری مخلوق ایک مقررہ نظام میں پابند ہے۔ اس کا دائرہ کار مقرر ہے وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتی یعنی حکم الٰہی کی اطاعت کرتی ہے معرفت حاکم کا وہ شعور نہیں رکھتی کہ اس پر قربان ہو، نہ اپنے دائرہ کار میں ایسا اختیار رکھتی ہے کہ اس میں ردوبدل کرے مگر اللہ نے ایک ایسی مخلوق کو پیدا فرمایا جو اپنے دائرہ کار میں آزاد ہو اور پسند و ناپسند کا اختیار رکھتی ہو۔ اس کے سامنے کائنات کا حسن ہو اور وہ ذوقِ جمال رکھتی ہو پھر اسے جمالِ باری کے حصول کی قوت عطا کی جائے جب اللہ کو پہچاننے کی طاقت پائے اس کے جمال سے سیراب ہو تو پھر اپنی خواہشات کو اس کے حکم پر قربان کر دے جو نہ صرف حکم کی مطیع ہو بلکہ حاکم پر قربان ہو رہی ہو۔

لہٰذا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں یہ قوتیں عطا کیں۔ تسخیر کائنات کے لئے ضروری علم بخشا۔ جس قدر چیزیں حصول کمال کے لئے انسانی ضرورت تھیں جسمانی ہوں یا روحانی سب کا علم عطا فرمایا۔ دراصل علم مجموعہ اسما ہی تو ہے۔ ہر لفظ کسی شے کا، فرد کا یا کسی کام کا نام ہی تو ہے۔ غرض جس قدر علم اس کائنات میں بسنے کے لئے یا اس کی چیزوں کو استعمال کرنے کے لئے یا قربِ الٰہی کو پانے کے لئے آدمیت کو چاہئے تھا وہ حضرت انسان کو بخش دیا گویا لغت بھی من جانب اللہ عطا ہوئی ہے۔

اب فرشتوں کو حکم دیا کہ آؤ اور دنیا کے کمالات پر بات کرو، ان سب چیزوں کے نام بتاؤ، ان کی خصوصیات اور طرز استعمال کی بات کرو، بھلا وہ کیسے کرتے کہ فرشتے کو جو کام عطا ہوا ہے علم بھی تو اسی حد تک ہوگا۔ جس کے ذمے بادلوں کا اہتمام ہے اُسے پہاڑوں کے علم سے کیا سروکار اور جس کا کام رزق تقسیم کرنا ہے اُسے دوسرے معاملات کی کیا خبر۔ یا جو شے انہیں نصیب ہی نہیں اس کے بارے میں کیا کہیں۔ بھوک کی تکلیف یا شکم سیری کی کیفیت سے انہیں کیا غرض، گرمی وسردی کے خواص اور اثرات کو وہ کیا جانیں کہ غالباً ان کا علم بھی اُن کے متعلقہ شعبے تک ہے۔ تو عرض کی بارالہٰ! تو پاک ہے، تیری شان بہت بلند ہے تیرے علوم میں کسی طرح کی کمی نہیں ہم تو ایسے نہیں ہیں ہم تو وہ بات عرض کرنے کی طاقت رکھتے ہیں جو تو نے ہمیں بتائی۔ ہمارا علم تو تیرا محتاج ہے احتیاج سے پاک تو صرف تیری ذات ہے۔ تو سب کچھ جانتا ہے ہم کچھ نہیں جانتے سوائے اُس کے جس کا علم تُو نے ہمیں بخشا ہے۔

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (الکھف۔ ۲۴)
اور اپنے پروردگار کو یاد کرلیا کیجیے جب آپ بھول جائیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ پاک کی صفتِ رحیمیہ کا بندہ مؤمن کے لیے بہت ہی خوبصورت انداز عیاں ہے کہ جب احساسِ غفلت ہوجائے یا جونہی یادداشت میں ہوش کا تغیر پیدا ہوجائے پھر متوجہ الی اللہ ہوجاؤ۔ قرآنِ کریم میں بالواسطہ اور بلا واسطہ سات سو سے زائد بار اللہ کے ذکر کا حکم ہے۔ یک بارگی اِک تشنہ قلب نے حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی سے لب کشائی کی۔ حضرت قرآن کریم میں حکمِ واحد بھی کافی ہے اور ذکر اللہ کے ضمن میں اس کثرتِ بیان کا اسرار کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، مفہوم حاضر خدمت ہے "تو آپ جانیے کہ یہ عمل کتنا ضروری ہے کہ اتنی تاکید فرمائی گئی ہے" مزید فرمایا" ایمان بالغیب میں سب سے بڑا غیب خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے، جب بندہ مومن ذکرِ کثیر اختیار کرتا ہے تو مدارج سلوک میں اسے اللہ کے کرم سے ایک درجے کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ نہ صرف اس ایمان بالغیب پر پختہ یقین حاصل کرتا ہے، بلکہ ہر لمحے اپنے آپ کو اللہ جل شانہٗ کے روبرو محسوس کرتا ہے"

دل نوں لگی اگ نرالی، نہ دھواں نہ شعلہ
واہ نرالا ساڑھ عشق دا ، نہ بلدا نہ بجھدا

۔۔دل دروازہ۔۔فقیر

آج کے ان پُرفتن حالات کو بغور دیکھا جائے تو شدید احساس ہوتا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک سے دور تو ہوئے مگر تعلیماتِ محمد رسول ﷺ سے دانستہ دوری اختیار کرتے چلے گئے اور پورے معاشرے میں حقوق وفرائض کی تقسیم ذاتی پسند و ناپسند پر لے آئے اور جس فرد کے جو دسترس میں ہے وہ اپنے اختیار کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرنے لگ گیا، تو نتیجہ یہی ہونا تھا جسے میں اور آپ بھگت رہے ہیں۔ معاشرے کے رہنماؤں کا دعویٰ تو اسلام کا ہے اور سیاسی منشور دیکھو تو اسلام کا نام محال ہے۔ معاشرے افراد سے بنتے ہیں اور دینِ اسلام صرف عبادات کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ حقوق وفرائض کی صحیح ترین تعلیم بھی بہم پہنچاتا ہے۔ جب افراد فرائض پر توجہ دیں تو کسی کا حق ضائع نہیں جاتا۔ آؤ کہ اللہ پاک کے حضور دست بستہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ عرض کرنے کے ساتھ اپنے اپنے وجودوں پر، پاکستان کے اس اٹھارہ کروڑویں حصے پر صراط مستقیم کا نفاذ بھی کریں۔

مندرجہ بالا آیہ کریمہ سے انسانی جبلت کے اس پہلو کا بھی احساس ہوتا ہے کہ بھول جانا یا سستی کا مرتکب ہونا بشری زندگی میں عین ممکن ہے اور جب لفظ سستی لکھا ہے تو قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار کی ارشاد فرمائی بات یاد آگئی جو کہ ذاکرین کی نظر کرتا ہوں" سستی ترک کریں خدا کی راہ میں سستی حرام ہے۔ تم دنیا کے کاموں میں چست، جب خدا کا معاملہ آئے تو سست۔ یہ کون سی دوستی ہے، محبوبانِ رَبّ العالمین راہ خدا میں سست نہیں ہوتے۔ وقت نازک ہے خیال کریں سستی حرام ہے۔ سستی اور کاہلی صوفیاء کا شیوہ نہیں، یہ طریقہ بدکار دنیادار کا ہے۔ خدا کے بندے بن جاؤ، میاں یا تو اس راستہ پر قدم نہ رکھنا تھا جب رکھ دیا ہے تو پھر خدا کے لیے اس محبوبانِ رَبّ العالمین کی مقدس جماعت کی پیشانی پر بدنما داغ نہ لگانا۔ صوفیاء کو بدنام نہ کرنا۔ تم دنیا میں ایک نمونہ بن جاؤ کہ دنیا کہے کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔ تم کو غیر بھی دیکھ کر عبرت لیں، سبق لیں، نہ کہ تم سے نفرت کریں۔ نماز کی سخت پابندی، نوافل کا بڑا خیال کرنا معمول (ذکر) کا بڑا خیال رکھیں۔ تم پر خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا بھاری انعام فرمایا ہے، انعام کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ نافرمانی پھر کہاں سے سستی"

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشانِ منزل
متاعِ فقیر		سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا"۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

غزل

اپنا فسانہ بس اتنا تھا نام سے تیرے شروع ہوا
اپنی کہانی بس اتنی ہے ذات پہ تیری ختم ہوئی

بسنے کو تو اک عالم ہے حال میں اپنے بستا ہے
دل بستی کا باسی تو ہے تجھ سے بچھڑی ختم ہوئی

موت نے منزل آساں کر دی پی کے دیس سدھاریں گے
جس میں عمر گزاری ہم نے ہجر کہانی ختم ہوئی

دل صحرا میں چشمے پھوٹیں آپ نظر فرمائیں تو
بدلیں نظریں تو یہ جانو رت مستانی ختم ہوئی

دنیا کے دکھ بے حد جھیلے تہمت بھی، بدنامی بھی
پہنچے آپ کے در پر تو سب رام کہانی ختم ہوئی

روشنیاں سیماب سے پھوٹیں یہ سب آپ کی برکت ہے
یہ برکت جس دل میں پہنچی دنیا فانی ختم ہوئی

"دیدہ تر" سے انتخاب

اقوالِ شیخ

1۔ ہر فرد کا جو حق اللہ نے مقرر کیا ہے وہ پہچان کر اس سے تعلق رکھا جائے تو اللہ کریم مہربانی فرماتے ہیں۔ بندہ محفوظ رہتا ہے۔

2۔ دانا وہ ہے جسے ہمہ وقت موت کا خیال رہتا ہے۔ موت یاد رہے تو بندہ موت کے لئے تیاری بھی کرتا رہتا ہے۔

3۔ آج کے کلمہ گو کہتے ہیں اللہ واحد لاشریک ہے لیکن میرا یہ کام، فلاں پیر فلاں حضرت کی وجہ سے ہوا، پیر اور حضرت اس لئے نہیں ہوتے۔ اگر کوئی واقعی پیر ہے تو ہمارے سینوں میں وہ انوارات و کیفیات منتقل کرے جو نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائے ہیں۔

4۔ اللہ کا قرب تو عبادات کا مرکزی نقطہ ہے لیکن اس کا اثر دینوی معاملات تک جاتا ہے، ہر عبادت کے صلے میں اصلاح نصیب ہوتی ہے لیکن اصل عبادت اللہ سے امیدیں رکھ کر اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔

5۔ تاریخ کی حقیقت اتنی ہی ہے وہ لوگوں کی باتوں سے بنتی ہے خواہ وہ صحیح کہتے ہیں یا غلط لیکن انبیاءؑ جو ارشاد فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی بات بتاتے ہیں۔

6۔ جو صرف دماغ کی استعداد پر اکتفا کر جاتا ہے اس کے پاس دل نہیں رہتا لیکن جو دل کو صفا کرتا ہے اس کا دماغ بھی روشن ہو جاتا ہے اور حق کی تائید کرتا ہے۔ اسی لئے ہر صاحب دل صاحب دماغ ہوتا ہے لیکن ہر صاحب دماغ صاحب دل نہیں ہوتا۔

7۔ انسان جب ظلم کرتا ہے تو اس کا اپنا دل تو سیاہ ہوتا ہی ہے، فضا میں بھی سیاہی پھیلتی ہے۔

8۔ شریعت مطہرہ کے دائرے میں آ جاؤ، یہ ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ اس میں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔

9۔ فلاحی اور خیراتی کام دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کا بدل نہیں ہو سکتیں۔

10۔ تقویٰ صرف ظاہری اطاعت کا نام نہیں۔ ایسا تعلق بنتا ہی دل سے ہے۔ اس کے لئے دل پر، قلب پر، اپنے باطن پر محنت کرنا پڑتی ہے

11۔ شرک تمام نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور تمام برائیوں کو بھی شرک ہی جنم دیتا ہے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

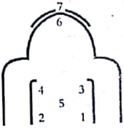

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

بیان ماہانہ اجتماع

2 مارچ 2014

تصوف کا حاصل

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ Oاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِOبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْہِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْہُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْہُمْ اِنَّہُمْ رِجْسٌ وَّ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [95:9] یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْہُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْہُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ [96:9] (التوبہ)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم۔

دین برحق ایک مکمل دین ہے اور اللہ کی کتاب مکمل ترین ضابطہ حیات ہے اور یہ ایسی کتاب ہے جس کے بعد قیامت تک کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب ہے قیامت تک کسی نئی کتاب کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ نبی ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں, قیامت تک دنیا میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اسے ہم ختم نبوت کا نام دیتے ہیں۔لیکن سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ نبی کیوں نہیں آئے گا۔ اس لئے نہیں آئے گا کہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک نئے نبی کی ضرورت پیدا نہیں ہوگی۔ بعثتِ عالی سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے سوالوں کا جواب نبی کریم ﷺ نے دے دیا۔ اللہ کی کتاب نے رہنمائی فرمادی۔ زمانہ لاکھ کروٹیں لے، حالات لاکھ بدلیں، چیزیں نئی سے نئی آئیں، ہر زمانے کے لئے مکمل رہنمائی دے دی گئی ہے۔ دنیا آج گلوبل ولیج بنی ہے۔ ساری دنیا ایک شہر ایک گاؤں بن گئی ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں کوئی بات ہوتی ہے یا آپ کہیں بیٹھے ہیں وہ ٹیلیویژن پر دیکھ لیتے ہیں۔ ٹیلیفون سے آپ ایک لمحے میں دنیا کے کسی کونے میں بات کرسکتے ہیں۔ دنیا ایک گھر بن گئی ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے یہ ارشاد فرمایا تھا یٰٓاَیُّھَا النَّاس (الحج:1) اے اولادِ آدم تم جہاں بھی ہو دنیا کے کسی گوشے میں ہو جہاں بھی کوئی انسان بستا ہے یہ اس کے لئے ضابطہ حیات ہے۔

جاننا چاہئے کہ جب قرآن موجود ہے، دین موجود ہے، مسائل موجود ہیں، علماء موجود ہیں، بتانے والے موجود ہیں، ہر زبان میں قرآن کی تفسیر وتشریح ملتی ہے، بندہ پڑھ سکتا ہے تو پھر اس تصوف کی اور ذکر اذکار کی اور مراقبات کی ضرورت کیوں ہے؟

ظاہر اعمال کے لئے احکام ملتے ہیں بندہ احکام کی تعمیل کرے بات ختم لیکن بارگاہِ الوہیت میں یہ کافی نہیں کہ بظاہر عمل کرلیا جائے اور بات ختم ہوگئی وہاں عمل کے ساتھ خلوص درکار ہے صرف عمل درکار نہیں کہ اٹھے، ہاتھ منہ دھویا، قیام، رکوع اور سجدہ کیا نماز ہوگئی۔ اس میں خشوع وخضوع کی ضرورت ہے یہ خشوع بھی اور خضوع بھی نہایت تذلل، نہایت عاجزی اور نہایت خلوص یہ قلب کے فعل ہیں یہ دماغ کا کام نہیں، یہ اعضاء وجوارح کا کام نہیں، یہ کام قلب کا ہے اور قلب کا علاج خود اسی کتاب اللہ نے بتایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (الرعد:28) کان کھول کر سن لو، اچھی طرح سمجھ لو، اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ دل کسی بات پر جمتے ہیں۔ دل حق پر

جم جاتے ہیں تو دلوں میں خلوص آجاتا ہے۔ اعضاء وجوارح کے ساتھ دل بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ ذکر الٰہی سے، ذکر اذکار سے صفاء قلب مقصود ہے اور یہی تصوف ہے کہ جو کام ہم کرتے ہیں اس میں ہمارا دل بھی شامل ہو صرف اعضاء وجوارح نہ ہوں۔

معصوم صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوتے ہیں۔ نبیؑ سے کبھی خطا نہیں ہوتی۔ نبیؑ میں خطا کا مادّہ ہی نہیں ہوتا۔ اللہ کریم انبیاءؑ کو معصوم پیدا کرتا ہے کیونکہ پوری امت میں نبیؑ کی تقلید اور اتباع کرنا ہوتا ہے، اگر خدانخواستہ نبیؑ غلط کام کرے تو پوری امت ہمیشہ وہ غلط کام کرے گی اس لئے نبیؑ معصوم عَن الخطا ہوتے ہیں۔ نبیؑ غلطی نہیں کرتے۔ نبیؑ جو کرتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔

بڑا مشہور مقدمہ چلا تھا۔ بہاولپور کی ریاست میں ایک بچی کا نکاح ہوگیا۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ وہ خاوند قادیانی ہوگیا۔ بچی کے والد نے عدالت میں دعویٰ کردیا کہ یہ قادیانی ہوگیا ہے اور یہ تو مسلمان نہیں رہا اس لئے فیصلہ دیا جائے کہ میری بچی اس کے نکاح میں نہیں ہے۔ بڑا مشہور مقدمہ تھا۔ اس کی ساری کارروائی علماء نے ضبط تحریر میں لاکر محفوظ بھی کی۔ بہت کتابیں بنیں۔ میں نے ایک دفعہ دوستوں کو لگا کر کوشش کی تھی کہ اس کی تلخیص کی جائے۔ وہ تلخیص بھی چھپ گئی ہماری لائبریری میں ہے۔ بہرحال یہ مقدمہ سالوں چلتا رہا حتیٰ کہ وہ بندہ جو قادیانی تھا اس کے مرنے کے بعد فیصلہ ہوا اور اس میں ملکہ برطانیہ تک ملوث ہوئیں اور نواب آف بہاولپور کو انگلستان طلب کر کے ملکہ نے بھی کہا کہ اسے نہ چلائیں، اسے ایسے ہی ختم کردیں، اس کا فیصلہ نہ دیں، لیکن نواب صاحب دین دار آدمی تھے جب انگلستان سے واپس آئے تو سیشن جج سے ذاتی طور پر ملے اور اسے فرمایا کہ کسی سے ڈرنا نہیں اللہ مالک ہے میں نے تمہاری حفاظت کا سامان بھی کردیا ہے یہ مقدمہ چلانا ہے اور فیصلہ دینا ہے یہ تو تقسیم ملک سے پہلے چلا تھا تو برصغیر سے بڑے بڑے علماء جمع ہوگئے۔ سید انور شاہ کشمیریؒ بھی تشریف لے آئے تو

اس وقت یہ موضوع جاری تھا کہ یہ مرزا مسلمان ہے کہ نہیں اور مرزائی مسلمان ہیں کہ نہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے شمس نامی عالم تھا وہ دیوبند کا پڑھا ہوا تھا۔ لالچ میں آکر بعد میں قادیانی ہوگیا تو اس نے اعتراض کیا، اعتراض یہ ہوا تھا کہ مرزا نبی تھا تو اس نے انگریزی رسومات ورواجات کو کیوں اپنایا۔ نبی تو خود فیصلے کرتا ہے اور رواجات کو نہیں اپناتا۔ اس نے اعتراض کیا کہ یہ رواج پہلے سے آرہا تھا کہ جو سفیر ہوتے ہیں انہیں قتل نہیں کیا جاتا تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں بھی جو سفیر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفیر کو قتل نہ کیا جائے تو نبیؑ نے بھی یہ رواج اپنایا تھا۔ اس پر سید انور شاہ کشمیریؒ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حضور ﷺ سے پہلے رواج تھا جب حضور ﷺ نے اسے اپنایا تو یہ دین ہوگیا۔ تم تو مرزا کو کبھی ظلی نبی کہتے ہو، کبھی بروزی کہتے ہو اور کبھی کچھ اور کہتے ہو، یہ تو پورا نبی بھی نہیں، نہ ہی صاحب کتاب ہے۔ تو اس کے اپنانے سے تو دین نہیں ہوتا۔ تو نبی کریم ﷺ کا تو مقام ومرتبہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس چیز کو اختیار کیا وہ دین ہوگئی۔ وہ رواج ہوگا پہلے جب حضور ﷺ نے اپنایا دین ہوگیا تو حضور ﷺ کے ساتھ جو تعلق ہے وہ دین کی اساس ہے۔ دین کی بنیاد اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ تعلق ہے جو ذریعہ بنتا ہے اللہ کریم کے ساتھ تعلق کا، اگر تعلق اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ نہ ہو تو اللہ کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ کون بتائے اللہ کیسا ہے؟ اللہ کون ہے؟ اس کی ذات کیا ہے؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ کہاں سے پتہ چلے، کون بتائے؟ یہ بتانا حضور ﷺ کا منصب عالی ہے۔ اب یہ معاملہ اتنا نازک ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم اس بات کا مکلف سب کو کردیتے کہ جو حضور ﷺ پر ایمان لائے وہ اپنی گردن کاٹ دے وہ ہی کامیاب ہوگا جو اپنی گردن کاٹے گا۔ تو لوگ اپنی گردنیں کاٹ دیتے۔ اللہ کریم نے فرمایا یہ تو میرا احسان ہے میں نے تم پر کوئی مشقت نہیں رکھی۔ اگر یہ حکم ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کرلو تو وہ ہی کامیاب ہوتے جو جان قربان کردیتے۔ میں

نے تو تم پر کوئی مشقت ہی نہیں رکھی تمہیں صرف زندگی کا سلیقہ بتایا ہے اور کام کرنے کے آسان ترین طریقے بتائے ہیں۔ حصول رزق کے آسان راستے بتائے ہیں حلال اور جائز۔ کھانے پینے کی خوبصورت اور اچھی نعمتیں جائز اور حلال قرار دی ہیں۔ اور جو حرام قرار دی ہیں وہ ویسے بھی انسانی صحت کے لئے مضر ہیں۔ تو تمہارے لئے تو کوئی قدغن ہے ہی نہیں تم نے تو زندگی مزے سے بسر کرنا ہے اور اجر بھی لینا ہے، لیکن انسان عجیب ہے۔

دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قریب تر ہے، دنیا کہتے ہیں قریب ترین چیز کو۔ یہ سامنے ہے ہر کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ آخرت پردے میں ہے۔ آخرت پر اللہ کی کتاب کی بات مان کر، اللہ کے نبی علیہ السلام سے سن کر، مان کر یقین آتا ہے اور ایک چیز بندہ خود دیکھ رہا ہے، برت رہا ہے، اس کا تجربہ کر رہا ہے، اس کا یقین اسے جلدی آجاتا ہے۔ ایک بات سنی جائے اور اس پر اتنا یقین ہو کہ اس آنکھوں دیکھی چیز سے زیادہ یقین اس بات پہ ہو یہ تعلق ہوتا ہے نبیؐ کے ساتھ۔ اس کا مدار اس پر ہے، اس کو ایمان کہتے ہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ کتاب هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ:2) ہے۔

وہ لوگ جن کا تعلق اللہ سے ہے ان کی راہنمائی کرتی ہے۔ اللہ سے تعلق والے لوگ کون ہیں۔ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَ مَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ (البقرہ:4) وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ آپ علیہ السلام پر نازل ہوا ہے اس پر بھی یقین رکھتے ہیں، ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئیں ان کو بھی برحق مانتے ہیں تو ایمان تو مکمل ہوگیا۔ پھر علیحدہ سے فرمایا وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْن (سورہ البقرہ:4) اور انہیں آخرت پر بھی یقین کامل ہوتا ہے یعنی آخرت پر یقین اتنی اہم بات ہے کہ اللہ کریم نے الگ سے فرمایا آپ علیہ السلام کی نبوت کو مانتے ہیں، آپ پر نازل ہونے والی کتاب کو مانتے ہیں، آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کو مانتے ہیں۔ کتاب کو تب مانیں گے جب نبوت پر ایمان لائیں گے۔ پہلے سے نازل شدہ کتابوں کو بھی برحق سمجھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ انہیں آخرت پر یقین بھی ہو یعنی کتاب کو ماننے کے بعد بھی بندے کے دل میں یقین میں کمی رہ جاتی ہے پتہ نہیں ایسا ہے بھی یا نہیں۔ اب تو لوگ سرعام کہتے ہیں کہ آخرت کیا ہے جائیں گے تو دیکھیں گے۔ یہاں تو کوئی نہیں پتہ۔ یہ تو عام بات ہے سرعام ہوتی ہے کہ جائیں گے تو پتہ چلے گا۔ لیکن یقین ایمان کی بنیاد ہے۔ تصوف کا خاصہ یہ ہے کہ تصوف میں مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ اللہ کریم عطا فرمادیتا ہے۔ جسے مشاہدہ ہوجاتا ہے اس کا یقین بڑھ جاتا ہے۔ مشاہدہ وہ چیز ہے جو باطن کی آنکھوں سے نظر آجائے۔ جسے مشاہدہ نہ ہو۔ اسے وجدان ہوجاتا ہے۔ وجدان یہ ہے کہ چیز نظر تو نہیں آتی لیکن دل اسے حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیتا ہے۔ یہ وجدان مشاہدے سے مضبوط ہوتا ہے کہ ایک شخص کو کشف میں کوئی چیز نظر نہیں آتی لیکن ایک بات پہ یقین کامل ہوجاتا ہے۔ اس کی ضرورت ہی اس لئے ہے کہ ہم آخرت کو حقیقی طور پر، یقینی طور پر تسلیم کرلیں۔ تصوف کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ہماری آنکھوں کے سامنے دنیا چل رہی ہے اسی طرح دوسری طرف ہمارے دل کی آنکھوں کے سامنے آخرت بھی چل رہی ہو اور بندے کو سمجھ آئے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور اس کا نتیجہ آخرت میں یہ بن رہا ہے تاکہ وہ اخروی نقصان سے بچ جائے۔ لیکن یاد رکھو انبیاءؑ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔ اللہ کے بندے محفوظ ہوتے ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت فرماتا ہے، گناہ سے بچالیتا ہے لیکن معصوم نہیں ہوتے غلطی ہوسکتی ہے۔ انبیاء کرامؑ کے بعد دنیا میں افضل ترین لوگ صحابہ کرامؓ ہیں بعض صحابہ کرام سے بھی غلطیاں ہوگئیں، بحیثیت انسان بتقاضائے بشریت غلطی ہوجاتی ہے لیکن وہ ایسے لوگ تھے کہ انہیں پتہ تھا اس جرم کی سزا سنگسار ہے کہ پتھروں سے مار کر ہلاک کردیا جائے گا۔ جرم تو ہوگیا لیکن اسے وہ ہضم نہیں کرسکے۔ انہوں نے رضا کارانہ طور پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کی ہم سے یہ غلطی ہوگئی ہے ہمیں پاک

کر دیا جائے اور قیامت کی سزا سے بچایا جائے۔ قتل کر دیئے گئے پتھروں سے مار دیئے گئے لیکن گناہ کو برداشت نہیں کر سکے۔

تو اس ساری محنت سارے مجاہدے کا حاصل یہ ہے کہ نگاہ آخرت پر ہو اور اللہ گناہ سے بچنے کی توفیق دے دے، ایک سبب بن جائے گناہ سے بچنے کا۔ دماغی طور پر سوچتے ہیں گناہ سے بچا جائے، دل سے برا سمجھتے ہیں، اللہ ان سے پناہ دے جو ہو چکے ہیں اللہ انہیں معاف کرے لیکن اس کے ساتھ اس کا اخروی اجر بھی نگاہوں میں آجائے اور بندہ سمجھ رہا ہو دیکھ رہا ہو کہ آخرت میں اس کا کیا ہو رہا ہے تو یہ بچنے کا بہت بڑا سبب بن جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ جہاد پر تشریف لے گئے ایک ٹولہ منافقین کا تھا ۔انہوں نے یہ سوچا کہ جان کو بھی ہلاکت میں ڈالنا ہے، مرنے کا خطرہ بھی ہے، جہاد میں قتل ہونے کا ڈر بھی ہے، پھر مال بھی خرچ کریں گے ،اپنا اونٹ لے جائیں گے، اپنے کھانے کا سامان بھی لے جائیں گے۔ آج کل کی طرح فوج نہیں ہوتی تھی۔ جب اعلان جہاد ہوتا مجاہد جمع ہو جاتے۔ سواری اپنی، اسلحہ اپنا، خوراک اپنی لاتے۔ انہوں نے سوچا اس سے بچا جائے تو وہ جہاد میں نہیں گئے۔ جب نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو پھر انہوں نے بہانے کرنے شروع کئے کہ میری بیوی بیمار ہو گئی تھی، میری بچی کو بخار ہو گیا تھا، مجھے فلاں کام پڑ گیا تھا، مجھے یہ ہو گیا تھا، میں نہیں جا سکا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ

اے میرے نبی (ﷺ) جب آپ لوگ جب واپس پہنچیں گے تو جو لوگ نہیں آسکے، جنہوں نے آپ ﷺ کی رفاقت پر جان کی حفاظت کو ترجیح دی، آپ ﷺ کی خدمت عالی میں جانے کے بجائے مال کو بچایا۔ جب آپ واپس جائیں گے تو پھر یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ یہ مجبوری تھی وہ مجبوری تھی۔ اس کا مقصد کیا ہو گا لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ تاکہ آپ انہیں معاف کر دیں اور اسے درگزر فرمائیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ معافی مانگتے ہیں بہانے کرتے ہیں آپ (ﷺ) معاف فرما دیجئے، کوئی بات نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِنَّهُمْ رِجْسٌ یہ ناپاک لوگ ہیں وَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [95:9] یہ جو کرتے تھے اس کی جزا اس کا بدلہ یہ ہے کہ یہ لوگ ناپاک ہیں نجس ہیں۔ انہیں جان عزیز ہے انہیں نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں مال عزیز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ نجس ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ان کا کردار ہی ایسا ہے۔ اگلی آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ اور یہ اس لئے قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ لوگ ان سے راضی ہو جائیں، خوش ہو جائیں آپ انہیں معاف کر دیں راضی باضی ہو جائیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ آپ ﷺ انہیں معاف بھی کر دیں، ان سے راضی بھی ہو جائیں، ان کی خطا بھلا بھی دیں تو فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ [96:9] ایسے بدکاروں سے اللہ کبھی راضی نہیں ہوتا اس لئے کہ انہوں نے اپنے مال کو میرے نبی (ﷺ) کی اطاعت سے عزیز جانا، انہوں نے اپنی جان کو میرے نبی (ﷺ) سے عزیز جانا۔ یہ ایسے برے لوگ ہیں کہ اللہ انہیں کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ میں نے یہ سخت سا موضوع قرآن کریم سے کیوں نکال لیا، مساجد میں تو عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہر آنے والے کو بخشش کی نوید سنائی جاتی ہے اور ہر آنے والے کو بڑا خوش کیا جاتا ہے، پھر لوگ چندے دیتے ہیں اور پیسے دیتے ہیں کہ مجھے تو جنت مل گئی میں تو جنتی ہو گیا۔ اب لوگوں کو ڈرانا شروع کر دو تو کون دے گا لیکن لوگوں کو خوش کرنا مقصود نہیں ہے، لوگوں کو عذاب الٰہی سے بچانا مقصود ہے۔ اللہ کریم کو خوش کرنا مقصود ہے اور لوگوں کی بہتری اسی میں ہے کہ انہیں وہی بات بتائی جائے جو انہیں غضب الٰہی سے بچا لے، وہی جو انہیں محرومی سے بچا لے۔ ہوتا یہ ہے کہ بہت سی مخلوق اللہ کے نام پر جمع ہو جاتی ہے، پھر کچھ لوگوں میں بیان کرنے کی طاقت ہوتی ہے وہ بیان کرتے

ہیں، کچھ کو مشاہدات ہوجاتے ہیں پھر وہ مشاہدات بیان کرتے ہیں تو لوگ ان کے گرد جمع ہونے شروع ہوجاتے ہیں انہیں زیادہ نیک سمجھنے لگے جاتے ہیں ایسے ساتھی جو ہیں جنہیں لوگ زیادہ نیک سمجھنا شروع ہوجاتے ہیں وہ خطرے میں آجاتے ہیں۔ کچھ کا نفس چاہتا ہے کہ کوئی میرے پاؤں دبائے۔ کوئی میرے ہاتھ چومے۔ کوئی میرے گھٹنوں کو دبائے۔ کچھ شیطان ساتھ ہوجاتا ہے کہ اچھی بات ہے اس میں کیا حرج ہے پھر اس سے آگے ان کی نظر لوگوں کی جیبوں پر پڑتی ہے۔ پھر چاہتے ہیں کہ کوئی انہیں پیسے دے دے۔ پھر ان کی توجہ اس پر ہوجاتی ہے کہ اس سے لے لو، اس سے لے لو۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسے لوگ کی بخشش مشکوک ہوجاتی ہے یہ ایسا ہی جرم ہے کہ جنہیں اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) اگر آپ انہیں معاف بھی کردیں تو میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ کیا عجیب بات ہے گستاخی انہوں نے آپ سے کی ہے آپ انہیں معاف بھی کردیں گستاخی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہوگئے یہ کفر پر مریں گے یہ جہنم میں جائیں گے انہیں اللہ معاف نہیں کرے گا۔ جو لوگ نبی ﷺ پر اپنی جان و مال کو ترجیح دیتے ہیں ان کا یہ حال ہے تو کیا یہ لوگ جو اللہ کے نام پر اللہ کے نبی (ﷺ) کی برکات کے نام پر لوگوں کے مال کا لالچ کرتے ہیں اور اپنی خدمت کرواتے ہیں یہ وہی جرم نہیں ہے؟ یہ وہی جرم ہے اور اس جرم کی پھر معافی نہیں ملتی دل سیاہ ہوجاتے ہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور بندہ ذلیل ہوکر مرجاتا ہے۔ اللہ پناہ دے۔

الحمدللہ، اللہ کریم کا احسان ہے اس شعبے میں پچپن (55) برس بیت چکے ہیں، یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔ اللہ آگے بھی حفاظت فرمائے اور زندگی کے جتنے لمحات باقی ہیں اسی راہ میں صرف ہوں۔ میرے مراقبات فنا بقا پر تھے۔ یہ 1963ء کی بات ہے۔ میں نے مشاہدات کبھی نہیں بیان کئے۔ یہ ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے مصیبت بن جاتا ہے، پریشانی کا سبب بن جاتا ہے، پھر اپنے لئے پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ لوگ جمع ہوجاتے ہیں اور پیر صاحب پیر صاحب کہہ کر تباہ کردیتے ہیں اس لئے یہ اللہ اور بندے کے درمیان بات ہے۔ یہ بیان نہیں کرنی چاہئے اگر کسی کو مشاہدہ ہوتا ہے، کشف ہوتا ہے تو وہ خود اسی کا مکلف ہے وہ جانے اور رب جانے۔ صرف نبیؑ کا خواب، کشف، الہام، القاء، وحی جو نبی ﷺ کو سمجھ آتی ہے وہ کشفاً ہو، خواب بھی ہو تو وحی الٰہی ہوتی ہے۔ ولی کو جو چیزیں نظر آتی ہیں اسکا مکلف صرف وہ خود ہی ہے کوئی دوسرا اس کا کوئی مکلف نہیں ہے۔ یہ جو کشفیوں کے پاس ساتھی جمع ہوجاتے ہیں کہ میرے فلاں مسئلہ کا حل بتاؤ یہ سب ناجائز اور حرام ہے اور کرنا ایسا ہے گویا آپ اسے نبی مان رہے ہیں اور میں اس سے بار بار منع کرتا ہوں۔ اب اس لئے میں نے کبھی کسی کشف کی بات نہیں کی۔

ایک بات آپ کو اس لئے بتانا چاہتا ہوں کہ اس موضوع سے متعلق ہے تو میں نے ایک ساتھی کو 1963ء میں حلقے میں لیا تھا۔ اس کے بہت اچھے مراقبات ہوئے، بہت اچھے اذکار رتھے۔ بہت اچھے مشاہدات ہوئے۔ ہم پشاور جارہے تھے حضرت جیؒ کی ہمرکابی میں، راستے میں نوشہرہ سے دریا کے اس طرف اڈے کے ساتھ غالباً مسجد تھی۔ نماز کا وقت ہوگیا، گاڑی روکی۔ حضرت جیؒ بھی ساتھ تھے، ساتھی بھی ساتھ تھے، میں بھی تھا وہ بھی تھا۔ نماز ادا کی، میرے پاس میرا اسلحہ ہمیشہ ہوتا تھا اس وقت بھی پستول تھا تو میں نے اسے دے دیا کہ یار اسے گلے میں ڈال دو پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ حضرتؒ سے عرض کرنے لگا کہ حضرت فرشتے نے سب کی نماز لکھی ہے لیکن میری نماز کا اجر دوسروں سے جدا ہے۔ پتہ نہیں کیوں۔ یہ اس کے مشاہدات تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا تم نے گلے میں جو اسلحہ ڈال رکھا ہے، مسلح ہوکر نماز پڑھنا بھی سنت ہے اور عین مشکل مقام پر حضور ﷺ نے نماز ادا کی ہے۔ عین جہاد میں تو اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے مشاہدات کا یہ عالم تھا کہ نماز پڑھی ہے تو دیکھ رہا ہے کہ فرشتے نے کتنا اجر لکھا ہے صرف اتنا ہی نہیں جو ساتھ ہیں ان کا کتنا لکھا ہے۔ باتیں چلتی رہیں وقت گزرتا رہا۔ حضرتؒ دنیا سے

پردہ فرما گئے۔ بات ہم تک آ گئی۔ ہم نالائق لوگ تھے وہ بات تو نہ رہی جو حضرتؒ کی تھی۔ کچھ ہماری نالائقیاں، ہماری کمزوریاں، کچھ لوگوں کی اپنی کمزوریاں۔ لوگ بکھر بھی گئے، تتر بتر ہو گئے، چلے بھی گئے لیکن اس کے مشاہدات اور مکاشفات کی وجہ سے اس کے گرد ساتھی جمع ہونا شروع ہو گئے۔ پھر چاپلوسیاں اور خوشامدیں شروع ہو گئیں کہ یہ بتا دو وہ بتا دو۔ بالآخر بات وہاں چلی گئی کہ پھر اسے لوگوں سے اُمیدیں ہونے لگیں کہ فلاں سے مجھے یہ مل جائے، فلاں سے وہ مل جائے۔ پھر دارالعرفان آنا جانا بھی کم ہوتے ہوتے چھوٹ ہی گیا۔ اس نے بڑا ڈاکہ نہیں کیا کوئی بڑا لالچ نہیں کیا۔ کوئی لوگوں سے لاکھوں لے کر نہیں کھائے لیکن اس کی اُمیدیں لوگوں سے وابستہ ہونے لگ گئیں۔ یہاں سے کچھ مل جائے، یہاں سے مل جائے پھر وہ فوت ہو گیا۔ وفات کے بعد جب مجھے اطلاع ملی تو میں ساری عمر کا ساتھی تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو خیال تو آیا کہ برزخ میں دیکھیں کوئی اللہ سے دعا کریں ہم سے کیا ہو سکتا ہے دعا ہی ہو سکتی ہے تو میں نے جب خیال کیا تو میں نے دیکھا کہ قبر میں وہ شخص زمین پر نہیں ہے آگ کی تاروں کا ایک جھولا سا بنا ہوا ہے اور اس میں پڑا تڑپ رہا ہے ساری تاریں آگ کی ہیں اور اسے کسی پل چین نہیں، تڑپ رہا ہے۔ وہ مراقبات بھی گئے، مشاہدات بھی گئے، ساری عمر کی نمازیں بھی گئیں۔ ایک جھولا سا بنا ہوا ہے وہ اس طرح اس میں تڑپ رہا ہے۔ یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا یہ وہ اُمیدیں ہیں جو میں نے لوگوں سے وابستہ کر لی تھیں۔ میں سمجھتا تھا اس سے یہ فائدہ اٹھا لوں، اس سے یہ فائدہ اٹھا لوں یہ اُمیدیں ہیں جو میں نے لوگوں سے وابستہ کی تھیں۔ اب ایک ہی تمنا ہے کہ اس سے جان چھوٹ جائے، اللہ کرے جان اس سے چھوٹ جائے تو پھر کیا ہوگا، پھر بھی تو میری مصیبت عذاب ہی ہے ثواب تو نہیں۔ کہنے لگا اس سے تو جان چھوٹے۔ کچھ مشائخ سے دعا کی درخواست کی، خود دعا کرتے رہے، توجہ کی لیکن پھر بھی کئی مہینے لگ گئے اور مہینوں بعد میں نے دیکھا کہ وہ جھکا سا ٹوٹ گیا ہے اور وہ زمین پر پڑا ہے لیکن عذاب میں ہے۔ مختلف عذاب ہے۔ نجات تو نہیں ہے۔ اللہ کرے کبھی نجات ہو بھی جائے دعا ہی کر سکتے ہیں۔

یہ میں نے آپ کو اس لئے سنایا ہے کہ جو لوگ لوگوں سے اُمیدیں وابستہ کر لیتے ہیں ان کا آخرت میں یہ حشر ہوتا ہے کیونکہ اللہ کو اللہ ماننا تو آسان ہے اللہ کو رب ماننا مشکل ہو جاتا ہے رب وہ ہے جو ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر جگہ ہر وقت پوری کرتا ہے اور غیرت الٰہی یہ گوارا نہیں کرتی کہ بندہ رب کو چھوڑ کر اپنی اُمیدیں دوسرے سے وابستہ کر لے۔

اسباب اختیار کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ اللہ کا حکم ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے لیکن کسی سبب پر بھی بھروسہ نہ کرے۔ بھروسہ اللہ پر ہو۔ اللہ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ کی اطاعت کے لئے اسباب اختیار کرے، بھروسہ اللہ پر ہو۔ اسباب اختیار کرتے ہیں، روزی حلال کما کر لاتے ہیں، محنت کرتے ہیں، گندم خریدتے ہیں آٹا بناتے ہیں، پیستے ہیں، گوندھتے ہیں، آگ جلاتے ہیں، روٹی بناتے ہیں وہ روٹی کھا کر زندہ رہتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے اس روٹی سے موت بھی آ جائے، کیونکہ نتائج اس کے دست قدرت میں ہیں۔ اب کوئی سمجھے کہ روٹی سے زندہ ہوں تو روٹی سے تو موت بھی آ سکتی ہے۔ دنیا کے ہر کام میں جائز وسائل اختیار کرنا عبادتِ الٰہی ہے۔ یہ بھی عبادت ہے، یہ بھی ذکرِ الٰہی ہے کہ جائز وسائل اختیار کرے لیکن بھروسہ وسائل پر نہیں رب العالمین پر ہو۔ لوگوں سے اُمیدیں وابستہ کرنا کہ اس سے پیسے لے لو اس سے پیسے لے لو۔ لوگ تو نیک سمجھ کر دے دیتے ہیں لیکن غیرت الٰہی اس بات پر گرفتار کر لیتی ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اُمید دوسرے پر ہے۔

تو میرے بھائی یہ ساری محنت اور مجاہدے کا حاصل یہ نہیں کہ میں حضرت صاحب بن جاؤں اور آپ پیر صاحب بن جائیں، نہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ وہ آنکھ دے دے جو آخرت کو بھی دیکھے

اورنظر دے دے جو آخرت کو بھی دیکھے اور دنیا بھی سامنے ہو اور آخرت بھی سامنے ہو اور بندہ اسے دیکھ کر اللہ کی رضا کے مطابق چلنے کی توفیق پالے ورنہ جب اطاعت پیغمبر ﷺ پر دنیا کو ترجیح دی جائے تو یہ بڑا جرم ہے جس کا بڑا بھیانک نتیجہ ہے۔ میں دیکھتا رہتا ہوں۔ اب بھی بعض دوستوں میں یہ عادت ہے جب بھی اجتماع ہوتا ہے تاڑتے پھرتے ہیں کہ کوئی بڑا آدمی آگیا، کوئی افسر آگیا، کوئی مجسٹریٹ آگیا تو اس سے خواہ مخواہ بغلگیر ہوتے پھرتے ہیں۔ یہاں سارے لوگ اللہ کے مہمان ہیں، سب ایک جیسے ہیں، آپ نے بڑے لوگوں سے کیا لینا ہے، بڑا تو اللہ کا نام ہے، بڑی تو اللہ کی ذات ہے وہ کیا بندے ہوں گے۔ مجسٹریٹ کو چھوڑو جرنیل کو چھوڑو حکمران بھی محتاج مخلوق ہوتی ہے۔ غیر محتاج صرف اللہ ہے۔ اللہ سے رابطہ رکھو۔ لوگوں سے اخلاق سے ملو لیکن اُمیدوں سے نہ ملو۔ احترام کرو لالچ نہ کرو اور یہ چیزیں بڑے بڑوں کو تباہ کردیتی ہیں وہ علامہ مرحوم نے کہا تھا

مجھے ہے حکم اذاں لاالٰہ الااللہ

یہ ہماری نوکری ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ کو آگاہ کرتے رہیں، بتاتے رہیں، بات پہنچاتے رہیں۔ توفیق مانگنا یہ آپ لوگوں کا کام ہے۔ توفیق دینا یہ ذات باری کا کام ہے۔ لیکن مانگنے والوں کو وہ محروم نہیں رکھتا۔ دنیا کے لالچ سے بچئے۔ اسی دنیا نے بڑی بڑوں کو محروم کیا پھر یہ خود بھی نہیں رہتی۔ خادم ہے، چلی جاتی ہے۔ آج آپ کی خادمہ ہے کل کسی اور کی ہوگی۔ ہم جائیدادیں جاگیریں بناتے رہتے ہیں۔ کل کسی اور کے پاس ہوں گی۔ ہم مال جمع کرتے رہتے ہیں وہ قبر میں تو نہیں جاتا وہ دوسروں کا ہوجاتا ہے۔ جب دم نکل جاتا ہے تو سب کچھ دوسروں کا ہوجاتا ہے۔ پھر وہ وارثوں کا ہوتا ہے پھر ان میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس طرح ان کی دنیا مرجاتی ہے وہ چلے جاتے ہیں کسی اور کے پاس چلی جاتی ہے۔ تو کوشش کیجئے اپنی اُمیدیں اللہ رب العالمین سے وابستہ رکھئے انسانوں سے نہیں۔ اللہ جو حلال روزی دے رہا ہے اس پر قناعت کیجئے آپ نے قیامت تک ہمیشہ یہاں نہیں رہنا آپ کے پاس چند سانسیں ہیں گزر جائیں گی۔

کسی بادشاہ کی کہیں آنکھ کھل گئی۔ اس نے محل کے جھروکے سے جھانکا تو ایک فقیر بجری کے ڈھیر پر لیٹا مزے سے سو رہا تھا۔ اس نے کہا عجیب بات ہے اتنے قیمتی پلنگوں پر مجھے نیند نہیں آرہی، اٹھ کر ٹہل رہا ہوں اور یہ پتھروں پر پڑا سو رہا ہے تو صبح اسے طلب کرلیا۔ اس نے کہا میں نے محل کے جھروکے سے دیکھا تم پتھروں پر پڑے سو رہے ہو اور پتھر بھی نوکدار جو توڑ کر راستے میں بچھانے کے لئے بناتے ہیں اور پھر بھی تو ان پتھروں پر کیسے سو رہا تھا۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت مجھے وہی میسر تھا میں نے وہیں چادر ڈالی وہیں سو گیا۔ پوچھا تمہاری رات کیسے بسر ہوئی، اس نے کہا حضور کچھ تو آپ جیسی بسر ہوئی اور باقی آپ سے بہت بہتر بسر ہوئی۔ اس نے کہا کیا عجیب بات کرتا ہے، میں تو شاہی پلنگ پر تھا، محل میں تھا تو تیری مجھ سے بہتر کیسے بسر ہوئی۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت! جب آپ سو گئے اور میں بھی سو گیا تو سونے والے کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ شاہی بستر پر ہے یا پتھروں پر لیٹ رہا ہے۔ جیسے آپ بے سدھ ہو گئے تو میں بھی۔ جب آنکھ کھل گئی تو آپ دنیا کی فکر میں مبتلا ہو گئے، جب میری آنکھ کھلتی تھی تو میں اللہ کا ذکر کرنے لگ جاتا تھا، تو وہ وقت میرا آپ سے بہت بہتر گزرا اور جو سونے میں گزرا وہ آپ جیسا ہے۔ تو دنیا کی مثال ایسی ہے کہ یہاں پتھروں پر سونا پڑتا ہے آدمی سمجھتا ہے یہ کام ہوجائے تو میری مشکلیں ختم ہوجائیں گی، اس سے بڑی مشکل اور سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ دنیا کا نظام ایسا ہے لیکن ہر مشکل کے حل کی اُمید اللہ سے وابستہ کریں جو ہر آن، ہر لمحہ، ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور یہی دنیا میں آزمائش ہے اور جرم کی سزا دیکھیں اللہ کریم کتنے ناراض ہیں کہ انہوں نے اپنی جان اور مال کو میری نبی ﷺ کی اطاعت سے عزیز رکھا۔ فرمایا فَـاِنْ

تَرضَوا عَنهُم اگر آپ ان کو معاف بھی کر دیں۔ اگر آپ ان سے راضی بھی ہو جائیں فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرضٰی عَنِ القَومِ الفٰسِقِینَ [96:9] ایسے بدکاروں سے اللہ راضی نہیں ہوتا انہیں میں معاف نہیں کروں گا۔ اللہ کریم حاضر وغائب سب کو سلامت رکھے۔ استقامت دے۔ ذکر میں محنت کیجئے اور دنیا کی لالچوں کو ذکر میں نہ آنے دیجئے۔ یہ دنیا پوری نہیں ہوتی جس کے پاس سینکڑوں ہیں وہ ہزاروں چاہتا ہے، جس کے پاس ہزاروں ہیں وہ لاکھوں کی تلاش میں ہے، اور جس کے پاس لاکھوں ہیں وہ کروڑوں کی تلاش میں ہے اور جس کے پاس کروڑوں ہیں وہ اربوں ڈھونڈ رہا ہے۔ جس کے پاس اربوں کھربوں پڑے ہیں وہ مزید ڈھونڈ رہا ہے اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی یہ صرف قناعت سے ختم ہوتی ہے۔ اللہ جو رزق حلال دے اس پر قناعت کی جائے تب جان بچتی ہے آگے سے آگے، آگے سے آگے، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ خصوصاً مالی معاملات میں بہت احتیاط کیجئے، لوگ عقیدت میں آجاتے ہیں، لوگ بھی ایسے ہیں، عقیدت کیا ہے، اپنے لالچ میں آجاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اس سے مجھے یہ مل جائے گا وہ مل جائے گا، اس سے تمہیں کیا ملے گا وہ خود محتاج ہے تم خود محتاج ہو، فقیر فقیر کو کیا دے گا۔ میری عادت تھی اب تو میں چل پھر بھی نہیں سکتا تو کم نکلتا ہوں۔ باہر آتا جاتا تھا ہر طرح کے لوگوں کو دیکھتا، ملتا، بیٹھتا۔ جھگیوں والے خانہ بدوش فقیر آجاتے میں ان کے پاس چلا جاتا، حال احوال پوچھتا۔ تو ایک دن میں گزر رہا تھا تو سڑک تھی، کچی سڑک تھی جو اس طرف جاتی تھی۔ اسی کے ساتھ ان کی جھگیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک فقیر لیٹا ہوا تھا، چار پانچ اس کے بچے کھیل رہے تھے اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ تو میں نے گاڑی روکی، اتر کر حال پوچھا تو کہنے لگا بخار ہو گیا ہے اور آپ کو تو پتہ ہے ہمارے پاس ہوتا تو کچھ نہیں۔ صبح کو جاتے ہیں مانگ کر لاتے ہیں تو شام کو وہ کھا لیتے ہیں تو میں کل کہیں جا نہیں سکا میری بیوی بھی نہیں جا سکی یہ میری دیکھ بھال کرتی رہی، پلاتی رہی تو رات کو بھی ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ بچے رات سے بھوکے ہیں صبح سے بھی بیٹھے ہیں۔ تو میں نے کہا یہ تمہاری بارہ چودہ جھگیاں تو لگی ہوئی ہیں یہ سارے تو گئے ہوں گے بے شمار ٹکڑے مانگ کر لائے ہوں گے تو تم نے ان میں سے کسی سے آٹا دانے یا روٹی کے ٹکڑے لے لینے تھے، تو کہنے لگا ان میں کچھ میرے بھائی ہیں کچھ رشتہ دار ہیں کچھ چچا اور ماموں ہیں۔ میں ان سے مانگ تو لوں لیکن جو خود مانگ کر لاتا ہے وہ دوسرے مانگنے والے کو کیا دے گا، جو خود مانگ کر لاتا ہے اس کے پاس مانگنے کہاں جائیں وہ دے گا کیا۔ تو ہم بھوکے سو گئے، ہم نے ان سے نہیں مانگا، مانگنے والے سے کیا مانگنا، اگر ہم مانگتے بھی تو یہ دیتے نہیں۔ تو میں سوچ رہا تھا کہ ہماری زندگی تو محتاجوں کے دروازے پر ہی گزر جاتی ہے۔ ہر بندہ فقیر ہے، ہر بندہ مانگنے والا ہے ہر بندہ محتاج ہے اور اللہ کو چھوڑ کر مانگنے والوں سے مانگتے ہیں اتنی بات تو وہ گداگر بھی سمجھتا تھا کہ مانگنے والوں سے مانگ کر کیا حاصل ہو گا کچھ نہیں ملے گا۔ تو سب لوگ اللہ کے محتاج ہیں۔ لوگوں پر امیدیں نہ رکھو۔ اللہ سے اُمیدیں وابستہ کرو۔ جائز حلال وسائل تلاش کرو۔ اچھی بات ہے محنت کر کے زیادہ دولت کماؤ لیکن حلال کماؤ جتنی کماؤ اپنی زندگی کا ایک پیمانہ بنالو اگر دس روپے کماتے ہو تو زندگی کا معیار پانچ چھ روپے تک رکھو۔ ہزار کماتے ہو تو چھ سو میں گزارہ کرو۔ آسانی سے کرو۔ ہمارے ہاں رواج یہ ہو گیا ہے کماتا دو ہزار ہے نظر پانچ ہزار کا آنا چاہتا ہے تو ہر بندہ ایک مصیبت میں ہے۔ اپنی حد میں رہنا کوئی نہیں جانتا۔ آج تو ہم ادھار لے کر سود کھا کر بڑے کروفر قبر سے جھوٹی شان بنا کر رہتے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ یہ کروفر قبر میں تو نہیں جائے گی۔ اپنی قبر کو سامنے رکھو آخرت کو سامنے رکھو۔ اُمیدیں صرف رب العالمین سے رکھو۔ اتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی کرو۔ اپنی رائے پر آؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ اپنا نفس نیکی سے گریز کرنا سکھاتا ہے۔ برائی کی طرف، دنیا کے لالچ کی طرف بھاگتا ہے۔ اللہ آپ سب کو، حاضر وغائب سب احباب کو ان مصیبتوں سے محفوظ رکھے۔ دین پر استقامت عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

وَ آخِرُ دَعوَانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ O

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

سورۃ یوسف

حضرت شیخ امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

سورہ یوسف

شیخ سے اپنے حالات بیان کرنا:

قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ یوسف:4

ترجمہ: جب کہ یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں۔ ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

''اس میں دلالت ہے کہ مرید کو چاہیے کہ اس کو جو حال یا وارد بیداری میں یا خواب میں پیش آوے اس کو اپنے شیخ سے بیان کرے۔''

فرماتے ہیں جس طرح یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اور اپنے والدگرامی سے عرض کیا مرید کو چاہیے کہ اسے کشفاً کسی چیز کی سمجھ آئے یا بیداری میں کسی چیز کی سمجھ آئے تو بجائے اس کے اس کا اشتہار دیتا پھرے، اس پر عمل شروع کر دے، اپنے شیخ سے بات کر کے اس کی تعبیر پتہ کرے چونکہ ہر مشاہدہ خواب کی طرح تعبیر و تاویل کا محتاج ہوتا ہے۔

اپنا حال غیر شیخ پر ظاہر نہ کرنا:

قولہ تعالیٰ: قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ یوسف:5

ترجمہ: انہوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا پس وہ تمہارے لیے کوئی خاص تدبیر کریں گے

''اس میں دلالت ہے کہ اپنا حال غیر شیخ سے نہ کہے کہ اس میں ضرر کا احتمال ہے گو ضرر اختلاف مقامات سے مختلف ہے۔''

یعنی اپنا مشاہدہ یا اپنی کیفیت شیخ سے تو پوچھے لیکن دوسرے پر ظاہر نہ کرے اس میں نقصان کا اندیشہ ہے اور اس میں ان لوگوں کے لیے بڑا سبق ہے جو آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور دوستوں سے کہتے ہیں تمہارے لیے کشف میں یہ نظر آتا ہے اور تمہارے لیے کشف میں وہ نظر آتا ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس میں ان کا اپنا نقصان ہے۔ ابھی مجھے پچھلے دنوں لاہور سے ایک خط آیا۔ اور خط کا مضمون یہ تھا کہ جی میں کہیں یورپ جانا چاہتا ہوں یا جرمنی۔ میں نے بڑی کوشش کی مجھے ویزا نہیں ملا پھر میں ایک ساتھی کے پاس گیا تو اس نے مجھے کشف کر کے بتایا کہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ میں ایسی باتوں پر سخت حیران ہوتا ہوں میں نے اسے لکھا تم بھی گدھے ہو اور جس نے تمہیں بتایا وہ تم سے بڑا گدھا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ جہاں بے دینی ہے۔ اس جگہ کو چھوڑو جہاں دین ہے وہاں چلے جاؤ۔ مرتے وقت بھی فرشتے کہتے ہیں کہ یار تیرا یہ حال ہے۔ تیرے تو قریب نہیں جایا جا سکتا۔ فِیْمَ كُنْتُمْ (النسا: 97) اللہ نے تمہیں اتنی عمر دی تو تم کیا کرتے رہے۔ تو وہ مرنے والا کا فریا بدکار کہتا ہے كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ (النسا: 97) میں تو عام، کمزور سا آدمی تھا جو حکومت یا اس ملک کے بڑے کرتے تھے مجھے بھی وہ کرنا پڑتا تھا تو وہ کہتے ہیں اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی۔ فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا (النسا: 97) اللہ کی زمین وسیع تھی جہاں لوگ بدکار تھے اس جگہ کو چھوڑ دیتے۔ وہاں چلے جاتے جہاں نیک لوگ تھے۔ یعنی حکم شرعی یہ ہے کہ جس زمین پر کفر ہو برائی ہو بدکاری ہو تو اگر تم

وہاں ہو بھی تو اس کو چھوڑ کر وہاں چلے جاؤ جہاں دین ہے۔ یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ یہاں دین پر عمل کرنا آسان ہے اللہ اللہ مل سکتی ہے اسے چھوڑ کر ادھر بھاگنے کی کوشش ہے اور پھر اس پر کشف والے سے پوچھتے ہیں۔ اُسے کیا پتہ، اُسے اپنی قسمت کا پتہ نہیں، زندگی کا پتہ نہیں کہ اگلی سانس آئے گی یا نہیں، تو تجھے کیا بتائے گا۔ اصول یہ ہے کہ ایک تو کشف پر اعتبار نہ کرے جب تک شیخ سے تعبیر نہ لے لے۔ دوسرا دوسروں کے سامنے بیان ہی نہ کرے چہ جائیکہ ان سے رہنمائی لے۔

شیخ کا بعض مریدین سے زیادہ محبت رکھنا:

قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا یوسف:8

ترجمہ: وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ ان بھائیوں نے یہ گفتگو کی کہ یوسف اور ان کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔

"اس میں دلالت ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ کسی مرید کے ساتھ دوسرے مریدوں سے زیادہ محبت رکھے چونکہ اس میں اوروں سے زیادہ رشد کے آثار پائے اور بعض اوقات ان مریدوں کو شیخ پر خطا اجتہادی کا ویسا ہی گمان ہوتا ہے جیسا ان بھائیوں کو یعقوب علیہ السلام پر ہوا تھا۔"

فرماتے ہیں کہ شیخ کا بعض مریدین سے زیادہ محبت رکھنا جائز ہے۔ جہاں تک شیخ کے توجہ دینے کا تعلق ہے اس میں شیخ کوئی بھی ہو وہ کبھی یہ فرق کر ہی نہیں سکتا کہ اگر تین بندے بیٹھے ہیں تو ایک پر انوارات زیادہ جائیں دو پر کم جائیں یہ ناممکن ہے۔ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں اس نے توجہ دینی ہے انوارات اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اگلے نے اپنی استعداد کے مطابق وصول کرنے ہیں۔ جس میں جس درجے کی استعداد ہے اس نے اسی حساب سے وصول پانا ہے۔ کم استعداد والا زیادہ استعداد والے جتنا نہیں پاسکتا۔ رہ گئے دنیاوی تعلقات تو بعض مریدوں کو شیخ کے ساتھ زیادہ قرب ہو جاتا ہے، زیادہ تعلقات ہو جاتے ہیں، شیخ بھی تو انسان ہوتا ہے۔ فرمایا یہ جائز ہے اور جس طرح یوسفؑ کے بھائیوں کو غلطی لگی تھی کہ ہمارے والد غلطی کر رہے ہیں۔ یوسف اور اس کے بھائی سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور ہم سے کم کرتے ہیں اس طرح مرید کو نہیں سوچنا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو اس قابل کرے کہ شیخ اس سے محبت کرے۔

توجہ شیخ کا اصلاح حال مرید میں مؤثر ہونا:

قولہ تعالیٰ: یَخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ یوسف:9

ترجمہ: تو تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے۔

"یہ دونوں جملے بقرینہ جزم امر کے جواب ہیں یعنی باپ کی توجہ تمہاری طرف خالص ہو جاوے گی اور اس توجہ سے تمہاری درست حالی بڑھ جائے گی اور اگر اس درست حالی کو صلاحیت دینیہ پر محمول کیا جاوے تو اس پر دال ہوگا کہ شیخ کی توجہ کو اصلاح حال مرید میں دخل عظیم ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔"

فرمایا انہوں نے حیلہ تو یہ کیا تھا کہ جب یوسف علیہ السلام نہیں ہوں گے تو والد ماجد کی ساری توجہ ہماری طرف ہو جائے گی۔ انہوں نے کام تو درست نہیں کیا لیکن فرماتے ہیں کہ شیخ کی توجہ کو اس میں دخل ہے کہ کسی کی طرف اس کی توجہ زیادہ ہو تو اسے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

نشاۃ فی العمل کی مصلحت سے مرید کا کسی تفریح میں مشغول ہونا:

قولہ تعالیٰ: اَرْسِلْہُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ یوسف:12

ترجمہ: آپ ان کو کل کے روز ہمارے ساتھ بھیجے کہ ذرا وہ کھائیں کھیلیں۔

"بعض مفسرین نے اس کی تفسیر مسابقت و تیراندازی سے کی ہے جس سے مقصود اعداد قوت لقتال العدو اس کو لعب باعتبار صورت کے کہہ دیا ورنہ لعب حقیقی کی کہ عبث ہے یعقوب علیہ السلام اجازت نہ دیتے۔

میں کہتا ہوں کہ لعب حقیقی بھی جو کہ مباح ہو جب اس میں یہ مصلحت ہو کہ اس سے نشاط ہوگا جو تحصیل علم و تکمیل عمل میں معین ہوگا عبث نہیں اور اس صورت میں اس میں دلالت ہوگی کہ مرید کے لیے احیاناً ایسی تفریحات قولیہ یا فعلیہ میں ایسی ہی مصلحت کے لیے مشغول ہو جانا کچھ حرج نہیں۔"

بڑی خوبصورت بات فرمائی ہے۔ فرمایا انہوں نے کہا کہ کل ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں، یہ کھیلیں کودیں گے باہر سیر کریں گے، جنگل میں گھومیں پھریں گے تو خوش ہوں گے۔ تو فرماتے ہیں اس کی تاویل بعض علماء نے کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہاں وہ تیر اندازی کی مشق کریں گے یہ کریں گے جو دشمنوں کے خلاف کام آتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ خوامخواہ انہوں نے تاویل کی ہے۔ ان کی مراد کھیل کود اور سیر سپاٹے سے ہی تھی۔ تو فرماتے ہیں ایسی تفریحات یا ایسے کھیل کود اور جن سے صحت درست ہوتی ہو اور دماغ تازہ ہوتا ہو، کوئی فرحت آتی ہو نیکی کے کام کرنے کے لیے اور جہاد کے لیے زیادہ قوت حاصل ہوتی ہو وہ جائز ہیں وہ عبث نہیں ہیں اور وہ مرید کو کرنے چاہئیں یعنی بندے کو اپنی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور ایسی کھیلیں جن سے صحت درست ہو جن میں وقت اور دولت کا زیاں نہیں یا سیر و تفریح یا باہر نکل جانا، پیدل چلنا یا سفر کرنا بعض اوقات دوستوں کے ساتھ کھیلنا کودنا تو یہ چیزیں فرحت عطا کرتی ہیں اور زیادہ مجاہدے کی ہمت پیدا کرتی ہیں۔ چونکہ اس کا مقصد نیک ہے اس لیے وہ عبث نہیں ہے۔ وہ لہو و لعب میں نہیں آتا۔ اس کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بڑی خوبصورت بات ہے کہ صوفی کو کسل مند نہیں ہونا چاہیے صحت مند اور چست ہونا چاہیے تاکہ دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ صحابہ کرام سب سے اعلیٰ منازل کے حامل ہیں انبیاء کے بعد لیکن کتنے جہاد کیے، کس طرح دشمنوں کا مقابلہ کیا، کتنے جری اور بہادر ثابت ہوئے تو صوفیاء کا عموماً یہ قاعدہ ہے کہ حضرت بیٹھے ہوتے ہیں انہیں پانی بھی کوئی پلائے، لاٹھی بھی کوئی پکڑائے، حضرت چل بھی نہیں سکتے فرمایا یہ مزے کی بات نہیں ہے۔ صوفی کو بھی اپنے وقت کے مطابق Fit رہنا چاہیے۔

کشف وغیرہ کا ہمیشہ صحیح نہ ہونا:

قولہ تعالیٰ: قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ؕ یوسف: 18

ترجمہ: یعقوبؑ نے فرمایا کہ بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔

"یہ دو موقعوں میں ہے ابن عطیہ کا قول روح میں ہے کہ ایک جگہ ان کا گمان صحیح ہوا دوسری جگہ صحیح نہیں ہوا اور ایسے شخص کو متہم سمجھنا (بطور احتمال غالب کے) جس کے دوسرے افعال تہمت کا شبہ پیدا کرتے ہیں خاص کر باپ کا بیٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ موجب گناہ نہیں اھ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کشف و فراست کا ہمیشہ صحیح ہونا ضرور نہیں۔"

انہوں نے جب آکر بتایا کہ یوسف علیہ السلام کو تو بھیڑیا کھا گیا ہے تو یعقوب علیہ السلام نے کہا تم نے یہ بات اپنے دل سے گھڑ لی ہے۔ اب یہاں عجیب بات ہے کہ اللہ نے انہیں کشفاً نہیں دکھایا۔ یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کو کشفاً نہ دیکھ سکے اور جو ان پر بیتی تھی وہ بھی نہ دیکھ سکے۔ حالانکہ اللہ کے نبیؑ تھے لیکن اللہ کی مرضی۔ تو اندازے سے انہوں نے فرمایا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تو فرماتے ہیں اس طرح قرآئن سے، اندازے سے جس طرف گمان غالب ہو قیاس کرنا گناہ نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کشف اللہ کی عطا ہے، جب بھی یعقوبؑ برسوں روتے رہے فرماتے ہیں وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ رو رو کر اور دکھ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، بے نور ہو گئیں، بینائی جاتی رہی۔ برسوں بعد جب یوسفؑ مصر میں برسر اقتدار آئے بھائی غلہ لینے گئے۔ ایک دفعہ تو انہوں نے واپس کر دیئے پھر دوسری دفعہ گئے تو ان پر ظاہر ہوا کہ آپ یوسفؑ ہیں انہوں نے معافی مانگی۔ سو انہوں نے فرمایا اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۚ میرا کرتہ لے جاؤ میرے باپ کے چہرے پر پھیرنا ان کی نگاہیں درست ہو جائیں گی وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ اب جب قافلہ مصر سے نکلا یعقوبؑ کنعان میں تھے۔ فرماتے ہیں إِنِّي لَأَجِدُ

دِیحَ یُوْسُفَ آج مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ برسوں بعد بعض تیرہ سال لکھتے ہیں بعض تیس سال لکھتے ہیں تو مولانا رومی نے بڑی خوبصورت بات کی ہے

کسے پُرسید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیر خرد مند

کسی نے یعقوبؑ سے یہ پوچھا جن کا بیٹا گم ہوگیا تھا کہ اے روشن مزاج اور دانا تر بزرگ

از مصرش بوئے پیرہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

مصر سے تو یوسف کی خوشبو آپ نے سونگھ لی کہاں مصر اور کہاں کنعان اور کنعان کے ایک کنویں میں یوسف پڑا رہا۔

"چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی"، کنعان کے کنویں میں آپ نے کیوں نہیں دیکھا کہ یوسف تو کنوئیں میں پڑا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا

بگفتا حال ما برق جہان است
دم پیدا دم دیگر نہاں است

کہ ہمارا حال تو اس طرح ہوتا ہے کہ جس طرح آسمانی بجلی کڑکتی ہو تو پورے ماحول کو روشن کر دیتی ہے اور غائب ہوتی ہے تو تاریکی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

گہہ برطارم اعلیٰ نشینم

کبھی تو ہمیں عرش علیٰ کی ہر چیز نظر آرہی ہوتی ہے

گہہ بر پشت پائے خود نہ بینم

کوئی لمحہ ایسا آتا ہے اپنے پاؤں کی پشت بھی ہمیں نظر نہیں آرہی ہوتی جو ہمہ وقت سامنے ہوتی ہے ہمیں وہ بھی نظر نہیں آرہی ہوتی۔ ہمارا احوال اللہ کے دست قدرت میں ہے۔ لہٰذا یہ کشف و مشاہدہ یہ اللہ کے دست قدرت میں ہیں جب بتانا چاہا بتا دیا اور تیس برس نہیں بتانا چاہا نہیں بتایا یہ اس کی اپنی حکمت ہوتی ہے۔

خوف ضرر کے سبب اظہار حق سے سکوت کا منافی کمال نہ ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ یوسف:20

ترجمہ: اور ان کو بہت ہی کم قیمت پر بیچ ڈالا۔

"جلالین میں ہے اور یوسف علیہ السلام اس خوف سے ساکت رہے کبھی یہ بھائی ان کو قتل نہ کر دیں اھ اور قرآن سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہے۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر خوف ضرر سے انکار علی المنکر سے جیسا کہ یہاں بیع الحرام منکر تھا سکوت کرے تو منافی کمال نہیں۔"

فرماتے ہیں انہوں نے قافلے والوں کے ہاتھ بھائی کو بیچ دیا۔ اب یہ ان کا بیچنا حرام تھا۔ جائز نہیں تھا۔ وہ ان کے غلام نہیں تھے ظلم کر رہے تھے تو انہوں نے منع نہیں کیا خاموش رہے۔ فرماتے ہیں اس لیے خاموش رہے کہ انہیں خطرہ تھا کہ انہیں یہ قافلے والوں سے لے جائیں گے کہ ہم نہیں بیچتے اور مجھے قتل کر دیں گے۔ تو جہاں اس طرح کا اندیشہ ہو وہاں اگر خاموشی اختیار کرے تو گناہ نہیں ہوگا۔

محسن کی رعایت گو وہ کافر ہی ہو:

قولہ تعالیٰ: قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ط یوسف:23

ترجمہ: یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے وہ میرا مربی ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا۔

"یعنی عزیز میرا آقا ہے اور اس میں دلالت ہے کہ اگر اپنا محسن کافر بھی ہو اس کی بھی رعایت کرنا چاہیے اور اہل طریق اس میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

فرمایا جس طرح عزیز مصر کی بیوی نے ورغلانا چاہا تو یوسف علیہ السلام نے کہا تم کیا باتیں کرتی ہو۔ اس نے تو مجھے اتنی اچھی طرح رکھا اور میری اتنی خدمت کی اور بہت محبت سے مجھے پالا، جوان کیا تو میں اس کے گھر میں خیانت کروں گا۔ تو فرماتے ہیں کہ احسان کرنے والا بندہ آپ سے نیکی کرتا ہے یا آپ کی مدد کرتا ہے اگر کافر بھی ہو تو اس کا لحاظ

کیا جائے گا، اس کا احترام کیا جائے گا چونکہ عزیز مصر تو مسلمان نہیں تھا لیکن یوسف علیہ السلام نے اس کا لحاظ کیا اور فرماتے ہیں صوفیاء تو اس میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان سے کوئی تھوڑی نیکی کرتے ہیں تو وہ زیادہ احسان کرتے ہیں۔

دفع ضرر کے لیے کسی کا عیب ظاہر کر دینا منافی کرم نہیں:

قولہ تعالیٰ: قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي یوسف:26

ترجمہ: یوسفؑ نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی۔

"اس میں دلالت ہے کہ مخالف کا عیب ایسے وقت ظاہر کر دینا جب اخفاء سے اپنا ضرر متحمل ہو مکارم اخلاق کے خلاف نہیں۔"

ویسے تو کسی کا عیب ظاہر کرنا اچھی بات تو نہیں ہے مکارم اخلاق کے خلاف ہے لیکن جب نقصان کا اندیشہ اس کے جھوٹ کی وجہ سے ہو تو پھر مخالف کا جھوٹ ظاہر کر دینا اعلیٰ اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔

اہل سکر کا معذور ہونا:

قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ یوسف:31

ترجمہ: سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

مصر کے امراء کی عورتوں نے ایک انسان کو دیکھا تو اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ اگر ایک انسان کے مشاہدے کا ایسا اثر ہو سکتا ہے تو جنہیں مشاہدہ حق حاصل ہو جائے تو ان سے اگر کوئی اس طرح کی حرکت ہو جائے تو اعتراض نہ کیا جائے کہ وہ بہت بلند بات ہے۔ نہ اس پر اعتراض کرے اور نہ انکار کرے۔

اسباب سے استعانت اور جس پر احسان کیا ہو اس سے استعانت منافی اخلاق نہیں۔

قولہ تعالیٰ: قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا یوسف: 7 3

ترجمہ: یوسفؑ نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں۔

"روح البیان میں ہے کہ اگر کوئی عالم اپنے اوصاف اس لیے بیان کرے کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں تو جائز ہے اور یہ تزکیہ ممنوعہ میں داخل نہیں اور بعض بزرگوں نے جو اپنے کمالات ظاہر کئے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ لوگ مدعی کہیں گے اس کا منشا یہی ہے۔"

فرمایا بعض بزرگ اپنے کمالات ظاہر کرتے ہیں اور اس لیے ظاہر کرتے ہیں کہ دوسرے اس سے استفادہ کریں اور یہ جائز ہے محض اپنی بڑائی کے لیے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا کوئی چیز جو آپ کے پاس ہے اس کو اس لیے ظاہر کریں کہ اگلے کو فائدہ ہو اور وہ حاصل بھی کرے تو یہ درست ہے۔

اپنے کمالات کے اظہار کی حکمت:

قولہ تعالیٰ: وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ؕ ف سوسف:42

ترجمہ: اور جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے یوسفؑ نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا تذکرہ بھی کرنا۔

"اس میں دلالت ہے کہ اگر ازالہ شدت کے لیے کسی مخلوق سے استعانت کرے خصوص جس پر احسان کیا ہو کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ اسباب مشروعہ میں سے ہے۔ اور اس کو احسان کا عوض چاہنا نہ کہا جاوے گا۔ احسان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے اور محبت سے یہ استعانت گوارہ ہوتی ہے۔"

یوسفؑ نے جس کے بارے یہ تعبیر دی تھی کہ تم رہا ہو جاؤ گے اور بادشاہ کی خدمت کرو گے تو اسے کہا تھا کہ بادشاہ کے سامنے میری بات بھی کرنا۔ برسوں سے جیل میں بے قصور پڑا ہوں تو فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس پر دلالت ہے کہ کسی پر آپ نے احسان کیا ہے تو اگر کوئی امور دینیہ میں سے کسی طرح اس سے کوئی مدد ہو سکتی ہے جو شرعاً جائز ہے تو ایسی مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ درست ہے۔

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

سورۃ بنی اسرائیل آیات 11 تا 25

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی
حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ
الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ وَ کَانَ
اور (بعض دفعہ) انسان برائی کی اسی طرح درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست کرتا ہے
الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (11) وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّھَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَۃَ
اور انسان (طبعی طور پر ہی) جلد باز ہے۔ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پس رات
الَّیْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبْصِرَۃً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ
کی نشانی کو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا تا کہ تم اپنے پروردگار کا
رَّبِّکُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ وَ کُلَّ
فضل (روزی) تلاش کرو اور تا کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر لو اور ہم نے ہر چیز کو
شَیْءٍ فَصَّلْنٰہُ تَفْصِیْلًا (12) وَ کُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ
خوب تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے میں ہار
طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ وَ نُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلْقٰہُ
بنا کے رکھا ہے اور ہم اسے قیامت کے دن کتاب (اس کا اعمال نامہ) نکال کر دکھا دیں گے جسے
مَنْشُوْرًا (13) اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ
وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ اپنی کتاب پڑھ لے آج کے دن تو خود ہی اپنے لئے حساب لینے والا
الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا (14) مَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ
کافی ہے۔ جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو یقیناً اپنے ہی لئے کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو یقیناً گمراہی کا
لِنَفْسِہٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا
نقصان بھی اسی کو ہوگا اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جب تک ہم پیغمبر
وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ
نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیا کرتے۔ اور جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے آسودہ لوگوں
حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (15) وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّھْلِکَ
کو حکم دیتے ہیں (ان کے اعمال بد کی وجہ سے) تو وہ وہاں نافرمانیاں کرتے ہیں تو اس پر (عذاب کا)
قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ
حکم ثابت (اتمام حجت) ہو جاتا ہے پھر ہم اس کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ اور ہم نے بہت سی امتوں
فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا (16) وَ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ
کو نوح (علیہ السلام) کے بعد ہلاک کیا اور آپ کا پروردگار (اللہ) اپنے بندوں کے گناہوں کو
بَعْدِ نُوْحٍ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا (17)
جاننے (اور) دیکھنے والا کافی ہے۔ جو شخص دنیا (کے مال و زر) کا خواہش مند ہو تو ہم اسے یہیں جتنا
مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ عَجَّلْنَا لَہٗ فِیْھَا مَا نَشَآءُ
چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لئے جہنم بنائی ہے وہ
لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ جَھَنَّمَ یَصْلٰھَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (18)
اس میں برے حال میں راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہوگا اور اس کیلئے
وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَ سَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَ ھُوَ
اتنی کوشش کریگا جتنی وہ کر سکے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو، سو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔
مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا (19)
ہم آپ کے پروردگار کی بخشش سے سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی اور آپ کے پروردگار کی
کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَ ھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ
بخشش (دارِ دنیا میں کسی پر) بند نہیں۔ دیکھیے! ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔
عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا (20) اُنْظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ
اور آخرت درجوں کے حساب سے بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔ اللہ
عَلٰی بَعْضٍ وَ لَلْاٰخِرَۃُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَکْبَرُ تَفْضِیْلًا (21)

لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا (22)
کے ساتھ کوئی دوسرا معبود (ہرگز) نہ بنانا پھر بدحال (اور) بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا۔ اور آپ کے
وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ
پروردگار نے حکم کر دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک
اِحۡسَانًا اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ
کرو اگر تمہارے پاس ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں سے
اَوۡ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡهَرۡهُمَا وَ
ناپسندیدہ بات نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے بہت اچھے انداز سے بات کرو۔ اور
قُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا (23)
عاجزی اور انکساری سے ان کے آگے جھکے رہو اور (ان کے حق میں) دعا کرو اے میری
وَ اخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا
پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا ہے آپ ان دونوں پر رحمت
کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا (24) رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ اِنۡ
فرمایئے۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو بے
تَکُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّهٗ کَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا (25)
شک وہ رجوع کرنے والوں (توبہ کرنے والو) کو معاف فرما دیتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ O مَوۡلَایَ صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیۡبِکَ خَیۡرِ الۡخَلۡقِ کُلِّهِمۡ۔

وَ یَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَیۡرِ فرمایا، انسانی مزاج بھی عجیب ہے یہ کبھی بھلائی چاہتا ہے، خیر مانگتا ہے، اپنی بہتری کے لئے بڑھ بڑھ کے دعائیں کرتا ہے اور کبھی بھڑک اٹھتا ہے تو اپنی برائی کے لئے، اپنی بربادی کے لئے بھی اسی طرح دعائیں کرنے لگ جاتا ہے۔ ذرا سا کسی پر خفا ہوتا ہے تو بددعائیں کرنے لگ جاتا ہے، اپنے نقصان کے لئے دعائیں کرنے لگ جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان طبعی طور پر جلد باز ہے۔ یہ بھی عجیب انسانی مزاج ہے کہ خفا ہو کر آپ کو بددعائیں دینے لگ جاتا ہے یا اپنے مال مویشیوں کو بددعائیں دینے لگ جاتا ہے یا اپنی اولاد کو بددعائیں دینے لگ جاتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو پھر کفِ افسوس ملنے لگتا ہے اور دکھی ہو جاتا ہے۔

فرمایا، جلد بازی میں فیصلے نہیں کرنے چاہئیں۔ ہر کام سے پہلے اسے پرکھنا چاہئے۔ سب سے پہلے اس کی شرعی حیثیت کو دیکھا جائے کہ وہ جائز اور حلال ہو۔ حلال وحرام کی تمیز کے بعد وہ چیز حاصل کرنے کے لئے اپنے ذاتی نفع ونقصان کو ملحوظ رکھا جائے کہ اس میں فرد کا اپنا نفع ونقصان کیا ہے اپنی بھلائی اور اپنی برائی میں تمیز کی جائے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔ یاد رہے دعا اللہ کی بارگاہ میں گزارش کرنے کا نام ہے۔ جب کوئی اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اُس کو بقائم ہوش وحواس بات کرنی چاہئے کہ وہ ایسی بڑی بارگاہ ہے کہ یہاں کوتاہی اور سستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر دعا اپنے منہ سے نکالے کہ میں اللہ کی بارگاہ میں درخواست کر رہا ہوں تو ایسی بات نہ کرے کہ کل اُسے پچھتانا پڑے۔ فرمایا لیکن وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا (11) انسان جلد باز ہے، حقائق کو بھول جاتا ہے، آداب اور قواعد کو بھول جاتا ہے۔ جوش جذبات میں جو بات منہ میں آئے کہہ دیتا ہے۔ یہ تو اللہ کریم ہیں جو معاف فرماتے رہتے ہیں، درگزر فرماتے رہتے ہیں، انسان کو اُس کی بے پناہ خطاؤں، گناہوں سے بچاتے رہتے ہیں اور اُن کے ثمرات سے بچاتے رہتے ہیں ورنہ انسان تو جذبات میں آ کر اپنا بھلا بُرا بھی نہیں سوچتا۔ وَ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیۡنِ انسان یہ نہیں دیکھتا اس کی جو زندگی بسر ہو رہی ہے اس میں شب وروز کس نے بنا دیئے۔ کیسی عجیب عظمتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ اگر رات نہ ہوتی دن ہی دن ہوتا تو انسانی زندگی برباد ہو جاتی، اس کی کوئی صورت نہ بنتی۔ کوئی سو رہا ہوتا، کوئی جاگ رہا ہوتا، کوئی کام کر رہا ہوتا کوئی فارغ بیٹھا ہوتا۔ اُس نے رات بنا دی، جہاں آتی ہے وہاں سکون وآرام کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ لوگ کام کاج چھوڑ کر چھٹی کر لیتے ہیں۔ جتنی طاقت جتنی انرجی (Energy) وہ دن بھر میں خرچ کرتے ہیں، جتنے اعضاء دن بھر میں مصروف رہتے ہیں۔ رات آنے پر وہ اپنی طاقت (Energy) دوبارہ حاصل کر لیتے ہیں۔ صبح تازہ دم ہوتے ہیں۔ فرمایا اللہ نے رات کو تاریک کر دیا تا کہ لوگ آرام کریں اور دن کو روشن کر دیا کہ صبح طلوع ہوتی

ہے تو وہ روشنیاں لے آتی ہے۔ ہر کوئی نئے سرے سے تازہ دم ہو کر اٹھ بیٹھتا ہے، اپنے کام کاج میں لگ جاتا ہے اور دن بھر اپنے کام میں مصروف رہتا ہے اور اپنے اللہ کی طرف سے دی ہوئی روزی، اپنا رزق تلاش کرتا ہے۔ حلال اور جائز رزق کی تلاش میں لگ جاتا ہے اور پھر یہ شب و روز کا نظام جو اللہ کریم نے بنا دیا اس میں دِنوں، مہینوں، برسوں کا شمار بھی ہوتا ہے۔ اگر دِن ہی دِن ہوتا تو آپ مہینہ سال کتنے کا گنتے، رات ہی رات ہوتی تو کتنے کا گنتے۔ تمہارے بہت سارے حساب ان کے فرق پر قائم ہیں۔ دنوں، مہینوں اور سالوں کا حساب دو طرح سے ہے، قمری اور شمسی۔ قمری مہینوں کا چاند کے طلوع و غروب سے تعلق ہے اور شمسی مہینوں کا سورج کے حساب سے ہے۔ قمری مہینے ہر موسم میں پھرتے رہتے ہیں۔ کبھی بہار میں کبھی خزاں میں، کبھی گرمیوں میں، کبھی سردیوں میں اس حساب سے سارے مہینے سارے موسموں میں آتے ہیں۔ سورج کے حساب سے جو دن اور رات ہے اس میں جو مہینے گرمیوں میں آتے ہیں ہر سال وہ گرمیوں میں ہی آتے ہیں، جو سردیوں میں آتے ہیں وہ ہر سال سردیوں میں ہی آتے ہیں تو اللہ کریم کی اپنی مصلحت اس نے عبادات کو قمری مہینوں سے وابستہ کر دیا۔ مثلاً عیدین، حج، رمضان شریف یعنی عبادات کو قمری مہینوں سے جوڑ دیا اور اس میں بہت سی اللہ کی طرف سے مصلحتیں ہوں گی لیکن ایک بہتری جو ہر عام آدمی کو سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے رمضان شریف قمری مہینوں کے ساتھ ہے تو وہ سارے سال میں پھرتا رہتا ہے وہ بہار میں بھی آتا ہے، گرمیوں میں بھی، خزاں میں بھی، سردیوں میں بھی۔ شمسی حساب سے اگر مئی، جون کے ساتھ جوڑ دیا ہوتا، اپریل مارچ کے ساتھ جوڑ دیا ہوتا تو رمضان ہر سال ایک ہی موسم میں آتا۔ اسی طرح حج بھی سارا سال پھرتا ہے (Rotate) کرتا رہتا ہے لیکن باقی سارے کام حساب کتاب کرنا، لین دین کرنا، کاروبار کرنا، ان کا شمسی مہینوں یعنی جنوری، فروری وغیرہ میں یہ سارے کام کرنا منع نہیں ہے۔ اللہ نے رات اور دن کو مہینوں اور سال کے لئے بنایا ہے ان کے مطابق لین دین کرنا منع نہیں ہے ہاں عبادات میں جہاں اللہ نے حکم دے دیا ہے وہاں صرف قمری مہینوں کا اعتبار ہوگا۔ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (12) صرف رات دن، سال، مہینے نہیں بلکہ شعبۂ حیات کے ہر موضوع پر اللہ کریم نے بڑی تفصیل سے بتا دیا ہے۔ قرآن کریم نے زندگی کا کوئی موضوع نہیں چھوڑا جس پر مکمل ہدایات نہ دی ہوں۔ جس کے ہر پہلو کا احاطہ نہ کر لیا ہو۔ اور پھر فرمایا یہ یاد رکھو! اگر کوئی لفظ تمہارے لبوں سے نکلتا ہے تو فرشتے لکھ لیتے ہیں، کوئی کام کرتے ہو تو وہ ضبطِ تحریر میں آجاتا ہے اور وہ تحریر فرشتے کے پاس ہوتی ہے۔ لوحِ محفوظ میں جمع کراتے ہیں لیکن اس کا ایک حصہ ایک کاپی (Copy)، اس کی نقل ہر شخص کے گلے میں لٹکی ہوئی ہے، ہر شخص کا کردار اس کے گلے میں ڈالا ہوا ہے اور ہر کردار کی محسوسات (Feeling) ہوتی ہیں۔ اگر آدمی غور کرے تو محسوس کر سکتا ہے کہ مجلس میں کوئی بندہ آجائے تو بشاشت ہوتی ہے، کوئی بندہ آجائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی آجائے تو بیزاری ہوتی ہے کوئی آجائے تو خوشی ہوتی ہے۔ یہ صرف دنیوی تعلقات سے نہیں ہوتی۔ ہر بندے کا کردار بھی اس کے گلے میں لٹک رہا ہے جس کے اس پر اثرات ہوتے ہیں تو ہر بندہ اپنا کردار اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے اور قیامت کے روز ہم اس کا اعمال نامہ نکال کر اُس کے ہاتھ میں تھما دیں گے۔ انسان گھڑی گھڑی، لمحہ لمحہ فیصلے کرتا رہتا ہے۔ اس بندے کو دعا دینی ہے اس بندے سے سخت بات کرنی ہے۔ اس سے نرمی سے کرنی ہے، اسے بددعا دینی ہے، اسے گالی دینی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ سب فیصلے ہیں۔ یہاں سے مجھے پیسے لینے ہیں یا رشوت لینی ہے یا چوری کرنی ہے یا جُوا کھیلنا ہے یا محنت کر کے حلال کمانا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ فیصلے ہیں جو ہر بندہ ہر گھڑی کرتا ہے۔ ہر آن ہم کوئی نہ کوئی فیصلہ کرتے ہیں اس کے مطابق ہم عمل کرتے ہیں۔ تو فرمایا، وہ سارے فیصلے جو بندہ زندگی بھر کرتا رہا اور اُس کے اعمال نامے میں لکھے جاتے رہے اور اس کے گلے میں لٹکا دیے گئے، قیامت کو نکال کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دیں گے اور کہیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ اپنے اعمال کا دفتر پڑھ لو۔ اپنے اعمال کی کتاب پڑھ

لو۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (14) تم خود اپنے لئے بہترین جج ہو۔ تم نے جو زندگی بھر فیصلے کئے اگر وہ اطاعتِ الٰہی کے زمرے میں آتے ہیں، نیکی کے زمرے میں آتے ہیں تو آج انہیں کے طفیل انعام پاؤ گے اور اگر وہ اللہ کی نافرمانی کے زمرے میں آتے ہیں اور برائی کے زمرے میں آتے ہیں تو انہیں کی وجہ سے سزا پاؤ گے اور یہ انعام یا سزا تمہارے اپنے فیصلوں پر تمہیں دی جا رہی ہے یعنی تم خود اپنے لئے فیصلے کر رہے ہو۔

سبحان اللہ! یہ اللہ ہی کی شان ہے اور اسی کو سزاوار تھا اور اسی کی کتاب نے بات کی اور کتنی خوبصورت بات کی ہے۔ بندہ کچھ دیر بیٹھ کر اگر سوچے، غور کرے کہ جو کچھ میں دن بھر رات بھر کرتا ہوں، زندگی بھر جو کچھ کرتا رہا ہوں، یہ سارے فیصلے ہی تو تھے اور اگر خراب تھے تو اللہ نے فرصت دی ہے، توبہ کر لے، رجوع الی اللہ کر لے، زندگی میں اللہ سے معافی مانگ لے ۔ کہے، یا اللہ! مجھ سے غلطیاں ہوئیں، کوتاہیاں ہوئیں، گناہ کیا، تو کریم ہے مجھے معاف کر دے تو اس کی رحمت ہمارے گناہوں سے بہت وسیع ہے، وہ پھر معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن ساری زندگی کوئی پرواہ ہی نہ کرے، اپنی مرضی سے ہی سب کچھ طے کرتا جائے تو پھر فرمایا! قیامت کو وہ فہرست اُس کے گلے سے اتار کر اس کے ہاتھ میں دے دیں گے کہ تم اپنے لئے آپ ہی بہترین قاضی ہو، منصف ہو، جج ہو، جو تم نے فیصلے کئے، آج وہی نافذ ہوں گے۔ اگر تم نے اطاعت الٰہی کے لئے کئے تو تمہیں انعام ملے گا اور اللہ کی نافرمانی کے لئے کئے تو سزا بھگتو گے۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ اپنا اعمال نامہ پڑھ لو۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (14) تو اپنا حساب لینے کے لئے خود ہی کافی ہے، کسی دوسرے کو تکلیف کرنے کی ضرورت ہی نہیں، تو نے خود اپنے حق میں فیصلے لکھے۔ اور یاد رکھو! مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ اگر کوئی بھلائی کرتا ہے، نیکی کا کام کرتا ہے، سیدھی راہ پہ چلتا ہے، اچھے فیصلے کرتا ہے تو کسی پر احسان نہیں کرتا۔ لِنَفْسِهٖ اپنے حق میں کرتا ہے۔ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ لوگ میرے ہاتھ پاؤں چومیں، کوئی بھلائی کرتا ہے تو اُسے لوگوں پر مسلط نہیں ہونا چاہئے، اگر کوئی عبادات کرتا ہے، حلال رزق کھاتا ہے نیکی کرتا ہے۔ الحمدُ للہ! کسی کو اللہ کی یاد کی توفیق ہے الحمد للہ! لیکن یہ کسی پر احسان نہیں کر رہا۔ کوئی تہجد گزار ہے، کوئی ذاکر ہے، کوئی اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے اس میں شب گزار دیتا ہے تو کسی پر احسان نہیں کر رہا کہ لوگوں سے توقع رکھے کہ وہ میرے ہاتھ پاؤں چومیں اور مجھے حضرت صاحب مانیں، اس کی ضرورت نہیں ہے وہ جو کچھ کر رہا ہے۔ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے اور برائی کرتا ہے اور گناہ کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہا وہ اپنے ساتھ زیادتی کر رہا ہے وہ اُسے خود بھگتنی پڑے گی۔ جتنی برائی کرے گا، جتنی خطا کرے گا، اتنا اُسے بھگتنا پڑے گا وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہا۔

اور یاد رکھو! وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہر ایک کو اپنی آزمائش ہی اتنی کافی ہوگی کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔ ہر ایک اپنے حال میں پھنسا ہوگا اور اپنی مصیبت بھگت رہا ہوگا۔ سو نیکی کر کے کسی پر احسان نہیں کرتے اور برائی کر کے کسی کا نقصان نہیں کرتے، کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کا اجر اُسے خود نصیب ہوگا، وہ اپنی بہتری کیلئے کرتا ہے اور کوئی برائی کرتا ہے تو اس کی مصیبت خود اُس کے لئے اپنے گلے پڑے گی وہ دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑ رہا وہ اپنا نقصان کر رہا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ یہاں ہم نے رواج بنائے ہوئے ہیں کہ سارا سال اللہ کی اطاعت نہیں کرنی، نماز تک ادا نہیں کرنی، لینے دینے میں حلال حرام کی پروا نہیں کرنی اور سال میں ایک بار جا کر کسی خانقاہ پر چڑھاوا چڑھا آئے، کسی پیر صاحب کو نذرانہ دے آئے یا کسی جماعت کے ساتھ سہ روزہ لگا آئے اور سب کا کفارہ ہو گیا۔ فرمایا! اس طرح نہیں ہوگا کہ فلاں کو شرینی دے دی ہے وہ ہمارے گناہ بخشوا دے گا۔ فرمایا! ہر ایک کے اپنے گناہ ہیں وہ اپنے بخشوائے گا یا تمہارے بخشوائے گا جن سے تم اُمیدیں لگائے بیٹھے ہو انہوں نے اپنا حساب دینا ہے، تم نے اپنا دینا ہے۔ جتنی جس کی حیثیت

ہے اسی کے حساب سے اسے حساب دینا ہے۔ جتنا کوئی عالم ہے اتنا ہی اس کا حساب اور مشکل ہو جائے گا، شاید ان پڑھ کے بجائے اُس سے زیادہ پرسش ہو کہ تو جانتا تھا یہ برائی ہے پھر کیوں کی؟ وہاں دوسرے کی وکالت کوئی نہیں کر سکے گا۔ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ہر ایک نے اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے، لہٰذا اس پر نہ رہو۔ (Shortcut) نہ ڈھونڈو، اللہ کے ساتھ معاملہ کھرا اور صاف رکھو۔

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (15) اور ہم تب تک عذاب نہیں کرتے جب تک اپنا پیغام اس بندے تک پہنچا نہیں دیتے۔ نَبْعَثَ رَسُوْلًا (15) سے مراد نہیں ہے کہ وہاں اللہ کا رسول ﷺ ہی مبعوث ہو بلکہ اللہ کا پیغام پہنچ جاتا ہے، نبی ﷺ مبعوث ہو جائے الحمدللہ، نبیؐ کے پیروکاروں سے، علماء سے پہنچ جاتا ہے اور جہاں کوئی عالم بھی نہ پہنچے تو قدرت کا نظام اللہ کا پیغام وہاں پہنچا دیتا ہے، کوئی رات دن کو دیکھے، کوئی چیزوں کے بننے بگڑنے کو دیکھے، اس کائنات کے چلنے کو دیکھے تو کم از کم اُسے ماننا پڑتا ہے کہ کوئی ایک ہستی ہے جو خالق و مالک، واحد و لاشریک، ہر چیز پر قادر ہے جو اس سارے نظام کو چلا رہی ہے جو یہ مان لے اس کی نجات کے لئے یہی کافی ہے۔ جہاں نبیؐ کی تعلیمات پہنچ جائیں وہاں اُن کو قبول کرنا اور عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا، ہم نے کسی قوم کو یوں ہی ہلاک نہیں کیا۔ ان تک پیغام پہنچایا، ان تک بات پہنچائی، ان تک بات پہنچی جب اس نے وہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا، ٹھکرا دیا، اس کی مخالفت کی تو ان پر عذاب آ گیا وَ اِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (16) جب کسی ملک، کسی علاقے، کسی شہر میں برائی بڑھتی ہے تو اللہ کریم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کی تباہی کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کے سرداروں کو اور مال داروں کو مہلت دیتے ہیں اور وہ خوب برائی کرتے ہیں یعنی اللہ کریم کی طرف سے امور میں تھوڑ بہت گرفت ہوتی رہے تو یہ توبہ کا سبب بن جاتی ہے۔ کوئی بیماری آ جائے، کہیں نقصان ہو جائے تو کچھ بندے کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے وہ توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر ڈھیل دے دی جائے، صحت بھی ٹھیک رہے، مال و دولت بھی بے تحاشا ہو، اقتدار بھی آ جائے موجیں ہوتی رہیں، کچھ بھی نہ ہو تو فرمایا، ہم کسی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس کے رئیسوں اور سرداروں کو مہلت دے دیتے ہیں۔ چونکہ لوگوں کا مزاج ہے کہ یہ روسا کے پیچھے چلا کرتے ہیں، امراء کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ (الاسرار المرفوعہ) لوگ اپنے بادشاہوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جیسا ان کا کردار ہو ویسا بننا چاہتے ہیں۔ جیسے ان کے حلئے ہوں ویسا حلیہ بنانا چاہتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ویسا کرنا چاہتے ہیں۔ جب بستیوں اور شہروں کے اُمراء برائی میں لگ جاتے ہیں تو عام آدمی بھی اُن کی پیروی میں، برائی کرنے لگ جاتا ہے اور فرمایا فَفَسَقُوْا فِيْهَا وہ دل کھول کر برائیاں کرتا ہے فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ تو ان پر جرم ثابت ہو جاتا ہے فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (16) اور ہم اُن کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ پھر وہ تباہی آتی ہے کہ ہر چیز تہہ و بالا ہو جاتی ہے کوئی کسی کا پوچھنے والا نہیں ہوتا۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ یہ کسی ایک قوم یا کسی ایک شہر یا ایک بستی کی بات نہیں ہے، نوح علیہ السلام کے بعد جب معمورۂ عالم دوبارہ آباد ہوا تو دنیا کی تاریخ دیکھیں، کتنی قومیں ملیں گی جو تباہ ہوئیں، کتنے محل ملیں گے جو ویران ہو گئے، کتنے شہنشاہوں کے نام ملیں گے، سلطنتیں ملیں گی جن کے آثار باقی ہیں لیکن کوئی فرد باقی نہیں۔ تباہ و برباد ہو گئے، دنیا سے مٹا دیئے گئے۔ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا (17) اور آپ ﷺ کا پروردگار کافی ہے، وہ خود دیکھ بھی رہا ہے اور اُس کے علم میں بھی ہے کہ اس کے بندے کیا کر رہے ہیں۔ یہ مت بھولو! کہ لوگ بالکل بے مہار ہیں، آزاد ہیں، جو جی چاہیں کریں! ہر ایک کی ہر سوچ بھی اللہ کے علم میں ہے، ہر ایک کا ہر کردار بھی اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کریم ان سب چیزوں کو دیکھ بھی رہے ہیں اور جانتے بھی ہیں اللہ کریم کے اپنے فیصلے ہیں، جو چاہیں گے فیصلے فرما دیں گے انہیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ

عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ اگر کوئی آخرت کو بھول کر، عظمتِ الٰہی کو بھول کر صرف ہوس دنیا میں مبتلا ہوجائے اور حلال حرام، جائز ناجائز طریقے سے دولت جمع کرنا شروع کردے اور اقتدار کے پیچھے بھاگنے لگ جائے اور دنیاوی وسائل اور دنیاوی مفادات کے پیچھے لگ جائے تو فرمایا ہم بھی کہتے ہیں، ٹھیک ہے! اگر تمہاری طلب دنیا ہی ہے تو دنیا لے لو لیکن جتنی وہ مانگتا ہے اتنی نہیں دیتے، اُتنی دیتے ہیں جتنی ہم چاہتے ہیں۔ اگر کوئی آخرت کو، عظمتِ الٰہی کو بھول کر اپنی ساری کاوش، ساری محنت حصولِ دنیا کے لئے لگا دیتا ہے، اسی پر یکسو ہوجاتا ہے دنیا کو لینے میں آخرت کو بھلا دیتا ہے تو ہم اس کو دنیا دے دیتے ہیں لیکن دیتے اپنی مرضی سے ہیں اس کی مرضی سے نہیں دیتے۔ اسی لئے آپ نے کسی دنیادار کو سیر چشم یا سیر شکم نہیں دیکھا ہوگا۔ یہی کہتے سنا ہوگا کہ اور چاہیے، مزید چاہیے اور مزید چاہیے۔ عجیب بات ہے لوگوں کے پاس اتنی دولت جمع ہوجاتی ہے کہ انہیں خود شمار کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کتنی ہے پھر بھی اور اکٹھی کرنے کے لئے بھٹک رہے ہوتے ہیں مزید بڑھانے کے لئے حیلے کر رہے ہوتے ہیں کہ اور چاہئے اور چاہئے۔ کسی عجیب بات ہے کہ انسانی ہوس کے مطابق اُسے دنیا نہیں ملتی جس کے پاس آپ سمجھتے ہیں کہ بہت زیادہ دولت ہے وہ اور زیادہ کی تڑپ میں مرا جا رہا ہے۔ تو فرمایا دنیا کا طالب ہو، اُسے دنیا دے دیتے ہیں لیکن جتنی وہ مانگتا ہے اتنی نہیں، جتنی ہم چاہتے ہیں اتنی اسے دے دیتے ہیں اور آخرت کو چونکہ اس نے قربان کردیا تھا لہٰذا جہنم اس کا ٹھکانہ ہوجاتا ہے فرمایا لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (18) جو دنیا کے طالب ہیں اُن کے لئے ہم نے دوزخ بنائی ہے۔ جنہوں نے آخرت سے روگردانی کی جائز ناجائز کی پروا نہ کی، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی، اللہ کے قرآن کی اور اللہ کے دین کی پروا نہ کی اور محض دنیا طلبی میں لگے رہے تو ایسے ہی لوگوں کے لئے ہم نے جہنم بنائی ہے۔ بڑے ذلیل ہو کر اور راندہ درگاہ ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ جہنم کے عذاب تو اپنی جگہ بڑے شدید ہیں۔ اللہ معاف کرے، انسان دنیا میں نہ جنت کی راحت سمجھ سکتا ہے نہ جہنم کا عذاب سمجھ سکتا ہے یہ انسانی شعور سے بالا ہے، جس کو بھگتنا پڑے گا، سمجھ اُسی کو آئے گی۔ فرمایا جہنم کا داخلہ ذلت اور رسوائی کا داخلہ ہے۔ سزا ہونا، عذاب ہونا ایک الگ بات ہے، ذلت اور رسوائی مقدر ہے اور ذلیل ہو کر، رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا اور جو آخرت کی طلب میں لگا رہا اور اُس نے محنت کی، آخرت کو حاصل کرنے کے لئے اور آخرت کو پانے کے لئے وَ هُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ بنیادی بات یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اور اس کا عقیدہ صحیح ہو۔ اگر غلط عقیدہ ہوگا قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہوگا، حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہیں ہوگا تو وہ مجاہدہ بھی کرتا رہے، منزل بھی پڑھتا رہے، تسبیحات بھی کرتا رہے، اپنی طرف سے نیکیاں بھی کرتا رہے، ان نیکیوں کی کوئی بنیاد نہیں، جس بندے کا عقیدہ درست نہیں۔ نیکی کی بنیاد عقیدے پر اور ایمان پر ہے۔ پہلے اپنا عقیدہ صحیح کرے اور اللہ کریم کو اپنی پسند سے نہ مانے، اللہ کریم کو ایسا مانے جیسا نبی کریم ﷺ منواتے ہیں، اللہ کی ذات اور صفات کے بارے جیسا رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے ویسا مانے تو اسے بہترین اجر ملے گا۔ عقیدہ بنیاد ہے۔ عقیدہ درست ہو پھر آخرت کے لئے محنت اور مجاہدہ کرے تو فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (19) ہم اس کی محنت ضائع نہیں جانے دیتے۔ اس کا بہترین اجر دیں گے۔ دنیا اور آخرت کے طلب گار میں فرق یہ ہے کہ دنیا کا طالب ہمیشہ بھوکا رہتا ہے اُسے ہم دنیا دے دیتے ہیں لیکن اتنی نہیں جتنی وہ مانگتا ہے اُتنی دیتے ہیں جتنی ہم چاہتے ہیں اور آخرت کا طالب، اپنا صحیح عقیدہ لے کر زندگی گزارتا ہے اور آخرت کے لئے محنت کرتا ہے اُسے ہم اتنی آخرت دیتے ہیں جتنی اس کے گمان میں بھی نہیں۔ جو مانگ رہا ہے وہ بہت تھوڑی ہے ہم اُسے بہت زیادہ دیتے ہیں۔ ہم اُسے اپنی شان کے مطابق دیتے ہیں یعنی دنیا دار کو دنیا ملتی ہے لیکن اُس کی خواہش کے مطابق نہیں، اللہ کی پسند کے مطابق اور چونکہ آخرت کو چھوڑ چکا تھا ساری زندگی جہنم کی وادیوں میں برباد ہو کر گزر جائے گی اور جو آخرت کا طالب

ہے اُسے چاہئے پہلے عقیدہ درست کرے اور عمل حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کرے، اس میں محنت اور مجاہدہ کرے تو ہم ایسے لوگوں کو آخرت کے وہ عظیم انعامات دیتے ہیں جن کی اس نے توقع بھی نہ کی ہو۔ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا (19) اس کی اس کی محنت کا بہت زیادہ اعزاز کیا جاتا ہے عزت کی جاتی ہے اور بہت زیادہ عطا کی جاتی ہے یوں تو ہم ہر بندے پر اپنی نوازشات عام رکھتے ہیں۔ فاسق وفاجر پر بھی، مومن وکافر پر بھی، اپنی مخلوق پر بھی۔ ان کو پیدا کرنا، اُن کو پالنا ان پر زندگی کی راہیں کھولنا، لیکن یہ سب کچھ تو ہم سب پر عام کئے رکھتے ہیں، کوئی مانے نہ مانے کوئی شکر ادا کرے نہ کرے لیکن اپنی مخلوق کو رزق پہنچانا، رزق کے اسباب پیدا کرنا، زندگی دینا، موت تک ان کو مہلت دینا، اُن تک پیغام حق پہنچانا، جو جو تقاضائے حق ربوبیت ہے اللہ کی وہ عطا تو ہر ایک پر عام ہے کافروں کے پاس حیات بھی ہے، اولاد بھی ہے، مال و دولت بھی ہے، حکومتیں بھی ہیں، عہدے بھی ہیں، یہ سب کچھ عام ہے اور اللہ کی عطا کے دروازے کسی پر بند نہیں کئے جاتے کوئی کسی کا رزق، کسی کی اولاد، کسی کی نعمتیں روک نہیں سکتا۔

ان لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے جو آج کل یہ مسئلہ لئے پھرتے ہیں کہ کسی نے میری روزی بند کر دی۔ کسی نے میری اولاد بند کر دی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کریم جو دیتا ہے وہ کوئی نہیں روک سکتا اور جو اللہ نہیں دیتا ہے وہ کوئی دلوا بھی نہیں سکتا۔ وہ تو نافرمانوں کو، گستاخوں کو، کافروں کو جو اُسے مانتے بھی نہیں انہیں بھی رزق دے رہا ہے، اولاد بھی دے رہا ہے، مال و دولت بھی دے رہا ہے یہ تو اس کی عمومی عطا ہے۔ اس میں تو ہر کوئی شامل ہے مومن، کافر، نیک و بد، جب رحمتِ خاص کی بات آئے گی، آخرت کی بات آئے گی تو اللہ کی عطا صرف وہ حاصل کر سکیں گے جن کا عقیدہ ٹھیک ہوگا جن کا عمل ٹھیک ہوگا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ دنیا میں ہی دیکھ لو، ہم نے انسانوں کے کتنے درجات مقرر کر دیئے، مفلس ہیں، تونگر ہیں، امیر ہیں غریب ہیں، حاکم ہیں، محکوم ہیں، بادشاہ ہیں رعیت ہیں، یہ سارے انسان ہی ہیں، اللہ کریم نے معمورہ عالم کی آبادی کے لئے اُن کی درجہ بندی کر دی کہ کوئی عالم ہے، کوئی اَن پڑھ ہے، اس کا محتاج ہے، کوئی بادشاہ ہے، کوئی فقیر ہے، کوئی حاکم ہے، کوئی محکوم ہے تو دنیا کا نظام چلانے کے لئے ہم نے اُن کی درجہ بندی کر دی۔ کسی کے بس میں نہیں کہ کوئی کسی سے کچھ چھین لے، ہر ایک کو اپنا اپنا حصہ مل رہا ہے اور آخرت کے لئے وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (21) آخرت کے لئے درجوں میں بہت بڑے فاصلے ہوں گے، بڑے بڑے مقامات ہوں گے بڑی بڑی منازل ہوں گی اور جو جہنم میں جائے گا وہ بہت بڑی ذلت ورسوائی تک بھی جائے گا۔ یعنی جسے ذلت ہوگی وہ بھی اسے بہت بڑی ہوگی اور جسے عزت ملے گی اُسے بہت بڑے بڑے مقامات اور درجات ملیں گے۔ اور بہت بڑے بڑے منازل ہوں گے۔ دونوں طرف دنیا کی نسبت، کروڑوں گنا زیادتی ہوگی اور سزا بھی ہوگی تو دنیا کی سزا سے کروڑوں گناہ زیادہ ہوگا۔ فرمایا، بنیادی بات یاد رکھو! لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کبھی بھول کر بھی اللہ کی ذات اور صفات میں اور اس کی عبادات میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور یہ کام بھول کر بھی نہ کرنا۔ کیونکہ تمام نیکیوں کو شرک کھا جاتا ہے۔ اور تمام برائیوں کو یہ جنم دیتا ہے۔ جو شرک کر سکتا ہے وہ ہر برائی کر سکتا ہے اور جو شرک کرتا ہے اُس کی کوئی بھی نیکی مقبول نہیں ہوتی۔ وہ نیکی کر ہی نہیں سکتا، لہٰذا کبھی بھول کر بھی۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنالینا، دوسرا تصور نہ کر لینا۔ ورنہ، فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (22) وہ دیکھے گا کہ خالی ہاتھ اور بے حال اور بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا، اس کے پلے کچھ نہیں پڑے گا، وہ جن کاموں کو نیکیاں سمجھ رہا تھا وہ بھی شائد برائیاں ثابت ہوں کیونکہ وہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں کرتا۔ اللہ کے ساتھ تو اس نے کسی اور کو شریک کر لیا، کسی اور کی خوشنودی شامل ہوگئی۔ شرک اتنی بڑی بیماری ہے کہ یہ کسی چیز کو باقی نہیں چھوڑتی۔

اور یہ تو اللہ نے، تیرے پروردگار نے، معبود برحق نے طے کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، کسی سے اُمید نہ وابستہ کی

جائے کسی کے ڈر سے کچھ نہ کیا جائے، اپنی ساری اُمیدیں اس کی ذات سے وابستہ رکھو۔اس نے وسائل بنائے ہیں، جائز وسائل اختیار کرو لیکن اس کے حکم کے دائرے کے اندر شرعی طریقہ کار کے اندر، اور پھر اُن وسائل پر بھی اعتماد نہ کرو، اعتبار اس پر کرو جو خود مسبب الاسباب ہے اسباب خود بھی کچھ نہیں ہیں۔اسباب میں بھی تاثیر وہ خود پیدا فرماتا ہے۔اسباب اختیار کرنا اطاعت الٰہی اور عبادت ہے اور کسی غیر اللہ سے اُمیدیں وابستہ کرنا تو ساری تباہی کا سبب ہے۔یہ تو طے ہو گیا کہ کسی دوسرے سے اُمیدیں وابستہ نہ کرو سوائے اللہ کے

بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور اپنے والدین کے ساتھ بہت محبت، بہت عزت سے پیش آؤ۔والدین تمہاری طرح مخلوق ہیں، اللہ نے ان کو بھی پیدا کیا ہے۔تمہارے دنیا میں آنے کا سبب بنے تو ان کی عزت تم پر فرض ہے، اُن کا احترام تم پر لازم ہے اور ان کی خدمت کرنا تم پر فرض ہے اور یہ ضروری نہیں کہ والدین نیک ہوں یا مسلمان ہوں تو ہی احترام کے مستحق ہیں۔نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اگر وہ کافر ہوں یا بدکار بھی ہوں تب بھی اولاد پر ان کی خدمت فرض ہے۔وہ معاملہ اُن کا پروردگار عالم کے ساتھ ہے۔والدین اگر کافر بھی ہوں تو بیٹا اُن کی ہدایت کے لئے دعا کر سکتا ہے، انہیں تبلیغ کر سکتا ہے، سمجھانے کی کوشش کر سکتا ہے لیکن ادب واحترام کے دائرے کے اندر، توہین نہیں کرے گا، جھڑکے گا نہیں، ناراض نہیں ہوگا، غصے نہیں ہوگا، بلکہ خدمت کرے گا۔اُن کا وہ معاملہ اللہ کریم کے ساتھ ہے، وہ جانیں اور اُس کی مخلوق جانیں۔ہاں صرف ایک بات طے ہے کہ والدین کی وہ بات نہیں مانی جائے گی جس میں اللہ کی نافرمانی ہو۔اللہ کی نافرمانی میں کسی کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ والدین اگر بزرگ ہو جائیں تو اُن کی اجازت کے بغیر فرض کفایہ کو ترک کیا جا سکتا ہے، فرض عین کو نہیں۔یعنی والدین کہیں کہ نماز ادا نہ کرو تو یہ فرض عین ہے یہ نہیں چھوڑی جا سکتی لیکن گاؤں میں کوئی جنازہ ہو رہا ہے لوگ جا رہے ہیں اور والد یا والدہ بیمار ہے اس نے کوئی کام کہہ دیا کہ یہ کرو تو فرض کفایہ چھوڑ دے گا اُن کی اطاعت کرے گا۔حتیٰ کہ مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جہاد اگر فرض عین ہو جائے تو جا سکتا ہے، فرض کفایہ ہو تو اُسے اجازت نہیں ہے جب تک وہ اجازت نہ دیں۔فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ کچھ لوگ جو وہاں ہیں وہ کافی ہیں۔سب کی ضرورت نہیں ہے۔جیسے جنازے میں دو تین افراد بھی چلے گئے تو کافی ہیں، پندرہ، بیس، پچاس، سو، ہو گئے تو پھر ہر فرد کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ فرض کفایہ ہے کہ کچھ لوگ کافی ہوتے ہیں۔ایسے تمام امور میں والدین کی کفالت پہلے ہوگی، اُن کی اجازت سے جانا ہوگا۔جیسے ہم تبلیغ پر چلے جاتے ہیں، فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے کیونکہ کچھ لوگ تبلیغ کریں تو وہ کافی ہے۔ضروری نہیں کہ ہر مسلمان اُٹھ کر تبلیغ کرنے لگ جائے تو وہ اجازت کے بغیر نہیں ہوگا۔اسی طرح فرائض کو چھوڑ کر نہیں جیسے بیوی بچوں کا سنبھالنا ان کی دوا، ان کے کاروبار، اُن کے سکول، ان کے آنے جانے کا اہتمام کرنا، اُن کی ضرورتیں پوری کرنا، اُن سے فرصت ہوگی اُن سے پروگرام طے کرے گا اور اُن کا اہتمام کرے گا کہ میری غیر حاضری میں یہ بندہ ذمہ داری ادا کرے گا یا فلاں بندہ تمہارا یہ کام کرے گا یا یہ اخراجات، فلاں کی ذمہ داری میں دے دیے ہیں تو پھر وہ جا سکتا ہے اور یونہی ذمہ داریاں چھوڑ کر بھاگ جانا درست نہیں ہے۔دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ اہل وعیال کی ذمہ داری یوں ہی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کے کام سے جا رہا ہوں میرا گھر اللہ ہی سنبھالے گا۔بھئی! اللہ نے یہ خاتون تمہارے نکاح میں دی، تم نے اللہ کے نام پر نکاح کیا، اللہ نے تمہیں اولاد دی اُس کی تربیت اللہ نے تم پر فرض کی تم اپنی ذمہ داری اللہ پر ڈال رہے ہو۔تم پھر کل کہہ دو گے میں تو اللہ کا کام کر رہا ہوں میری نمازیں اللہ خود پڑھے۔اہل وعیال کی خبر گیری یہ تمہاری ذمہ داری ہے اور ذمہ داری پوری کرنا عبادت ہے اور عبادت تمہیں ہی کرنی ہے وہ تو معبود ہے اس نے نہیں کرنی اس کی عبادت کی جائے گی۔

تو فرمایا والدین دنیا میں آنے کا سبب بنے وہ کافر بھی ہوں تو ان کی خدمت فرض ہے اور اللہ تو وہ مالک ہے جو آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک کی ساری مخلوق کا خالق ہے۔اس کا کتنا حق ہوگا اور پھر اس کے احسانات مسلسل ہیں۔یہ نہیں کہ ایک دن پیدا کر کے اس نے چھوڑ دیا۔ہر سانس اُس کی عطا ہے، ہر لمحہ اس کی عطا ہے، ہر ذرۂ رزق اُس کی عطا ہے، مال، دولت، عزت، اولاد جو کچھ ہے اس کا کرم ہے اور جو کچھ مسلسل رحمتِ باری برس رہی ہے۔اس کی اطاعت کس درجے کی کی جائے! ذرا بیٹھ کے سوچو۔ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡهَرۡهُمَا وَ قُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا (23) اگر والدین تمہارے پاس بوڑھے ہو جائیں۔دونوں ہوں یا دونوں میں سے کوئی ایک رہ جائے تو فرمایا! ان کے سامنے کوئی ایسی دل آزاری کی بات نہ کرو عربی میں ایک محاورہ تھا کہ لوگ جب کسی سے خفا ہوتے، ناراض ہوتے کہتے "اُفٍ لک، اُفٍ لک تم پر اُف ہو" فرمایا! خبردار! کبھی والدین کے سامنے نہ کہنا کہ میں تم سے بےزار ہوں اُن کا ادب پیشِ نظر رکھو اور کبھی ایسی بات نہ کہنا جس میں جھڑک ہو۔وہ غلط کر رہے ہیں یا صحیح کر رہے ہیں اس کا جواب انہوں نے اللہ کو دینا ہے تم اُن کے ناظم یا حکمران نہیں ہو تم والدین پر حکم نہیں چلا سکتے۔کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالنا جس میں جھڑکی ہو۔ وَ قُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا (23) اور اُن سے جب بھی بات کرو محبت سے بات کرو، پیار سے بات کرو۔حتیٰ کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں بڑی مشکل سے کما کر لاتا ہوں میرے والد وہ اٹھا کر کسی کو دے دیتے ہیں، خرچ کر دیتے ہیں مجھے بتاتے بھی نہیں مجھ سے پوچھتے بھی نہیں، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اَنۡتَ وَمَالُکَ لِاَبِیۡکَ او کما قال رسول اللہ ﷺ تم مال کی بات کر رہے ہو تمہاری جان بھی اس کی ملکیت ہے۔تم اور تمہارا مال باپ کی ملکیت ہے اگر باپ بیٹے کا مال خرچ کر لیتا ہے تو اُسے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔سو فرمایا! ان سے پیار سے بات کرو، محبت سے بات کرو اور عزت و احترام سے بات کرو۔ وَ اخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ ہمیشہ اُن کے سامنے جھک کر رہو، پیار کے انداز میں رہو، عزت و احترام کے انداز میں رہو اور اُن کے لئے دعا کیا کرو، والدین کے لئے خاص دعا کیا کرو۔اللہ ان پر اس طرح رحم فرما جس طرح بچپن میں مجھے پیار سے انہوں نے پالا، جب میں کسی قابل نہیں تھا یہ راتوں کو جاگتے رہے مجھے سُلاتے رہے، خود بھوکے رہے مجھے کھلاتے رہے میری تربیت کی، مجھے پالا پوسا مجھے جوان بنایا، تو بھی ان پر رحم فرما یا ان کی کوتاہیاں معاف فرما، ان کے گناہ معاف فرما ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے۔رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ اور یہ یاد رکھو! اللہ کے ہاں مکاری نہیں چلتی۔اللہ کے ساتھ اداکاری نہیں ہو سکتی کہ تمہارے دل میں کچھ ہو اور بظاہر کچھ دکھاؤ اس طرح کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تمہارا پروردگار جو کچھ تمہارے اندرون دل ہے اس سے بھی واقف ہے۔ وہ جانتا ہے اور اگر تم نیکی کرو گے تو بے شک وہ رجوع کرنے والوں پر اپنی مغفرت نچھاور کرتا ہے اور اس سے اُن کی کوتاہیاں اور خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔اگر تم نیکی کرو گے اور والدین کی خدمت کرو گے تو وہ بھی تمہیں دعائیں دیں گے۔لوگ بھی تمہیں اچھا کہیں گے اور اللہ بھی تمہارے گناہ معاف فرمائے گا لیکن خلوصِ دل سے ہو۔جو کچھ بھی ہو وہ دل کی گہرائی سے ہو۔اداکاری نہ ہو دکھاوا نہ ہو بلکہ سچ مچ ہو لہٰذا والدین کی خدمت فرض ہے۔

عبداللہ ابن ابی منافقوں کا سردار تھا لیکن اسی کا بیٹا نبی کریم ﷺ کا جاں نثار تھا۔ایک جہاد کے سفر میں کوئی ایسی بات ہوئی اور ابن ابی نے ایسی بات کر دی کہ ہم نے مہاجرین کو سر پر چڑھا رکھا ہے اور اگر ہم لوگ ان کی مدد نہ کریں یہ بھوکے مفلس خود ہی شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔اس طرح کی بات اُس نے کی۔وہ بات ایک صحابیؓ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کر دی۔حضور ﷺ نے اس سے جواب طلبی کی تو وہ اس بات سے مکر گیا کہ میں نے تو ایسی بات نہیں کی تو اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوگئی اور قرآن کریم میں آج بھی وہ آیات مبارکہ موجود ہے کہ اس نے ایسا ایسا کہا تو اس کا وہ بیٹا شہر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا کہ تم کہتے ہو کہ مسلمان شہر میں نہیں رہیں گے میں تمہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔اس نے بارگاہِ رسالت میں شکایت کی حضور اکرم ﷺ نے اُسے

فرمایا کہ تم باپ کا راستہ نہیں روک سکتے جو کچھ یہ کرتا ہے اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اللہ اس سے محاسبہ کرے گا تم نہیں کر سکتے تمہارا باپ ہے تم اس کا راستہ چھوڑ دو۔ اب اس سے بڑا جرم کیا ہوگا کہ براہِ راست نبی کریم ﷺ کی توہین کی، مسلمانوں کی توہین کی، حضور ﷺ کی دل آزاری کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں بیٹا تمہارا باپ ہے۔ جیسا بھی ہے، تم نہیں سزا دے سکتے تم محاسبہ نہیں کر سکتے۔

تو فرمایا! والدین تمہارے دنیا میں آنے کا سبب بنے ہیں، تمہیں بچپن میں پالا ہے۔ اُن کا اتنا حق ہے کہ اگر وہ کیسے بھی ہیں، نیک بھی ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے پھر تو ان کا حق ویسے ہی بنتا ہے اور اگر نیک نہیں ہیں اور مسلمان بھی نہیں ہیں تو بھی اولاد پر ان کا حق ہے کہ ان کی خدمت کرے اور سنبھالے اور بڑھاپے میں انہیں اس طرح سنبھالے کہ جس طرح بچپن میں انہوں نے سنبھالا تھا اور اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ! ان کی خطائیں معاف فرما اور اگر یہ غلط راستے پر ہیں تو انہیں ہدایت دے دے۔ یہ بیٹے کے فرائض میں شامل ہے۔ انہیں جھڑکے نہیں، ان سے ناراض نہ ہو بات پیار کے انداز میں کرے، شفقت کے انداز میں کرے اور فرمایا! جو خود مخلوق ہیں، جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا، تیرے جیسی مخلوق ہے ان کا اتنا احسان ہے کہ تیرے دنیا میں آنے کا سبب بنے تو اُن کی اطاعت اتنی فرض ہوگئی ہے تو جو رب العالمین ہے اس کی اطاعت کا درجہ کیا ہوگا۔ اس کی کتنی اطاعت شدت سے فرض ہے تو اس طرف بندہ اتنی غفلت کیوں کرتا ہے، کیسے کہتا ہے! اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ اگر تم نیکی کرو گے تو توبہ کرنے والے اور رجوع کرنے والوں کے لئے اس کی مغفرت بہت وسیع ہے۔ اس کی شان اتنی کریمانہ ہے کہ جس لمحے جس گھڑی کتنا ہی بڑا گناہ گار جب خلوص دل سے توبہ کرے تو وہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور اُسے نیکی کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ کتنا ہی کوئی بد بخت ہوگا جسے رجوع الی اللہ اور توبہ کا خیال نہ آئے اور اس کے بغیر مر جائے یہ کتنی بڑی محرومی ہوگی۔ اللہ کریم ان سب سے معاف فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

طب

قسط نمبر 3

انجیر اور بواسیر

ڈاکٹر خالد غزنوی کی کتاب "طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس" سے اقتباس

"گذشتہ شمارے میں اسی مضمون میں کچھ سطریں شائع نہیں ہو سکی تھیں اسی لئے اس کو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔"

خون کی نالیوں کی موٹائی کے علاوہ وہ حالات جب کسی وجہ سے شریانوں یا وریدوں کے اندر خون جم جائے انجیر عجیب فوائد کی حامل ہے۔ نبی ﷺ نے اس کیفیت میں جب یہ دل میں ہو تو کھجور کی گٹھلی اور کھجوریں مرحمت فرمائی ہیں۔ لیکن ایسے مریضوں کو کچھ مدت کھجور دینے کے بعد وقفہ دیا گیا ہے۔ اس وقفہ میں انجیر دی گئی۔ نتیجہ بہت بہتر رہا۔ خیال یہ تھا کہ ایک ہی وقت میں کھجور اور انجیر ملا کر دیئے جائیں مگر ابن القیم نے رسول ﷺ سے ایک روایت منسوب کی ہے جس کے مطابق انجیر اور کھجور کو جمع کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اس راہنمائی کی وجہ سے دونوں یکجا تو نہ کئے جا سکے۔ البتہ نہار منہ کھجور کی گھٹلیاں دینے کے بعد عصر کے وقت بعض مریضوں کو انجیریں دی گئیں۔ فوائد کسی ایک کے استعمال سے بہت بہتر رہے۔

خشک انجیر کو توے پر جلا کر دانتوں پر اس راکھ کا منجن کیا جائے تو دانتوں سے رنگ اور میل کے داغ اتر جاتے ہیں۔ مسوڑھوں کی سوزش کے لئے جتنے بھی منجن بنائے جاتے ہیں اگر ان میں انجیر کی راکھ شامل کر لی جائے تو فائدہ زیادہ جلد اور اچھا ہوتا ہے۔

انجیر کے تازہ پھل سے نچوڑ کر دودھ نکال کر اگر مسوں Wartz پر لگایا جائے تو وہ گر جاتے ہیں۔ اس کے پتوں کو کوٹ کر پھوڑوں کو پکانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

8 جون 2013ء

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

سوال: ریا کاری کی بنیاد پر ترک عبادت کو سنت رسول ﷺ کہہ سکتے ہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر دوران عبادت ریا کاری کا خطرہ ہو جائے تو بندہ کیا کرے؟

جواب: ریا کاری اور چیز ہے اور عبادت اور چیز۔ ریا کاری کی بنیاد پر ترکِ عبادت کبھی نہیں ہو سکتی۔ ریا کاری ایک کیفیت ہے کہ بندہ اپنی پارسائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ترک عبادت اس لئے کرنا کہ ریا کاری سے بچ جاؤں یہ ایک اور ریا کاری ہے۔ عبادت ریا کاری کا علاج ہے۔ ریا کاری ایک قلبی کیفیت ہے کہ بندے کے دل میں اپنی بڑائی کا زعم آ جائے۔ عبادت کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندے کو اپنے عجز اور اپنے نہ ہونے کا احساس اور عظمت الٰہی کا ادراک ہو۔ بیماری پر دوا ترک کرنا تو علاج نہیں ہے۔ معالج کے مشورے سے دوا کی خوراکیں بڑھانا علاج ہے۔ اگر ریا کاری کا وہم ہوتا ہے تو پھر زیادہ عبادت کرو اور ضروری تو نہیں کہ لوگوں کو دکھا کر عبادت کی جائے۔ عبادت تو الگ بھی ہو سکتی ہے تنہائی میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے صوفیا کے نزدیک کوئی خاص لباس پہننا، کوئی خاص شکل اختیار کرنا جیسا کہ رواج ہے، پہلے ٹوپی پہن لی، سفید پگڑی باندھ لی اور سفید چادر کر لی۔ خاص حلیے بنانا یہ سب ممنوع ہے۔ صوفی کو چاہیے کہ اس کا جو انداز زندگی پہلے سے ہے اُسی کو قائم رکھے۔ اور دوسرا یہ کہ بعض اوقات عبادت کے دوران ریا کاری کا وسوسہ آ جاتا ہے وسوسہ تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر انسان کو ہر وقت پیدا ہو سکتا ہے (بجز انبیاءؑ کے) کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ وسوسہ آنا اور بات ہے۔ وسوسہ لانا اور بات ہے۔ وسوسہ لانا یہ ہے کہ خود اس طرح سوچنا شروع کر دے تو وہ منع ہے۔ وسوسہ آنا جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اُسے رد کیا جانا چاہیے۔ اگر آپ وسوسوں کو اہمیت دینے لگیں گے تو وہ بڑھتے جائیں گے۔ ایک وسوسے کا وہم کریں گے تو دس اور پیدا ہو جائیں گے۔ تو وسوسے کا ایک ہی علاج ہے کہ اُسے نظرانداز کیا جائے اُس کی پروا نہ کی جائے تو اُس سے وسوسے کم ہو جائیں گے یہ نہیں کہ آنے رُک جائیں گے۔ جب تک سانس ہے تب تک آزمائش ہے۔ استغناء یہ ہے کہ آدمی اللہ کا محتاج ہو جائے۔ اللہ کے سوا کو چھوڑ دے مستغنی ہو جائے۔

ان باتوں سے اُوپر ہو جائے کہ لوگ کیا کہتے ہیں لوگوں نے کیا کہنا ہے؟ لوگوں نے اپنا اپنا حساب دینا ہے ہمارا حساب لوگوں نے تو نہیں دینا کہ لوگ کیا کہیں گے جو کہتے ہیں کہتے رہیں کوئی اچھا سوچتا ہے اچھا سوچے، کوئی خراب سوچتا ہے تو خراب سوچے اپنا حساب اللہ کو دے گا۔ استغناء یہ ہے کہ لوگوں کی رائے سے بالاتر ہو جائے اللہ کے ساتھ معاملہ کرلے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ معاملہ کر لے۔ کہ میرے اس کام کا اثر بارگاہ نبوی ﷺ میں کیا ہوگا۔ بارگاہ الوہیت میں کیا ہوگا۔ تو معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ اور یہ ساری دل کی کیفیات ہیں جب دل کمزور ہوتا ہے یا بیمار ہوتا ہے تو اس طرح کی تکلیفیں بڑھ جاتی ہیں اور جب دل ذکرِ الٰہی سے مضبوط ہوتا ہے کہ دل کا علاج اللہ کا ذکر ہے تو وہ اُن چیزوں سے بالاتر ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا ولایت کی گیارہ شاخیں ہیں؟

جواب: گیارہ سے ایک سو گیارہ بنالیں تو بن سکتی ہیں جتنی بھی بنالو تو بن سکتی ہیں البتہ یہ کوئی مستند بات نہیں ہے۔ یہ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

سوال: تصوف اور سلوک میں قلندری کیا ہے؟

ہمارے ہاں تو یہ ریچھ بندر نچانے والے قلندر کہلاتے ہیں، قلندری

تصوف کے منازل میں نہ کوئی منزل ہے نہ کوئی مراقبہ نہ کوئی منصب، مسخرات عاملوں کے ہاں ہوتی ہیں، کاملین کے ہاں نہیں ہوتیں۔ کسی کو عملیات کر کے اپنے قابو میں کر لینا یہ مسخرات عملیات کا حصہ ہے کاملین کا حصہ نہیں۔

مستجاب الدعوات بھی کوئی منصب نہیں ہے یہ منجاب اللہ ہوتا ہے۔ کہ کس کی کب سُن لے۔ اس نے تو شیطان کی بھی مان لی۔ تو کیا شیطان مستجاب الدعوات ہوگیا۔ شیطان نے کہا کہ مجھے ہمیشہ کے لئے زندگی دے دے۔ تھوڑی سی ترمیم کردی اللہ تعالیٰ نے کہ تو موت سے بچنا چاہتا ہے لیکن موت تو تجھ پر بھی آئے گی۔ قیامت تک تجھے زندگی دیتا ہوں۔ تو بات اس کی بھی قبول ہوگئی۔ تو جس کی دعا قبول ہو جائے ضروری نہیں کہ وہ بندہ اللہ کا محبوب بھی ہو۔ منجانب اللہ کچھ چیزیں طے شدہ ہیں اور بعض دفعہ کوئی بدکار بھی وہی چیز مانگ رہا ہوتا ہے جو پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے تو قدرت الٰہی سے وہ ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرے کہنے سے ہوگئی ہے۔ یہی معاملہ شیطان کا بھی ہوتا ہے۔ شیطان کے کہنے سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ علم الٰہی میں موجود تھا۔ یہ طے تھا کہ ایسا ہونا ہے۔

سوال: مخلوق پر شفقت، مغفرت، محبت، رویت باری تعالیٰ، ولایت کی ان شاخوں کے حصول میں انسانی خواہش، مجاہدہ، تقدیر یا شیخ کامل کا کیا کردار ہے؟

جواب: یہ ولایت کی شاخیں نہیں یہ مختلف کیفیات ہیں۔ میرے بھائی نعمتوں کا مالک وہ ہے۔ کائنات اس کی اپنی ہے، اختیار اس کا اپنا ہے، مخلوق اس کی اپنی ہے۔ کوئی آدمی اپنا گھر بناتا ہے ایک کمرے میں اپنی رہائش رکھ لیتا ہے اُسے بڑا سجاتا ہے۔ دوسرے کو باتھ روم بنا دیتا ہے اسے بھی خوب سجاتا ہے۔ لیکن اس پر کون اعتراض کرے کہ اسے باتھ روم کیوں بنادیا۔ وہ کہتا ہے میرا اپنا گھر ہے میں جو چاہوں کروں انسان کو اپنی ملکیت پر اتنا ناز ہے تو مالک کو اپنی ملکیت پر پورا اختیار ہے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ یہ سارے اُس کے کرم کے فیصلے ہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ آپ کو پاور ہاؤس سے بجلی لینی ہے تو کوئی تار لگانی پڑے گی کوئی واسطہ اختیار کرنا پڑے گا کوئی راستہ ہوگا جو آپ تک روشنی پہنچائے گا۔ دین کا ظاہری علم جہاں تک پہنچتا ہے آپ پوچھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ سے لے کر آپ تک کسی نہ کسی استاد کا واسطہ ہے۔ تو آپ نے کسی سے سیکھا تو اس نے آگے سے کسی سے سیکھا تو سارے واسطے بارگاہ رسالت تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح برکات نبوت ہیں اور جس طرح عالم وہ ہوتا ہے جو علم حقیقی حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچائے۔ اسی طرح شیخ کامل وہ ہوتا ہے جو برکاتِ رسالت حاصل کرے اور لوگوں کو آگے پہنچائے۔ ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے تو برکات نبوت کے حصول میں صوفیہ، مشائخ عظام کا کردار یہ ہوتا ہے کہ جو برکات بارگاہ رسالت ﷺ سے حاصل ہیں آگے طالبین تک پہنچائیں۔ طالبین کی اپنی اپنی استعداد ہوتی ہے۔ اور استعداد پیدا ہوتی ہے تو آپ کے فیصلے سے کہ آپ نے رضا الٰہی کو پانے کے لئے خلوص دل سے کتنا مضبوط فیصلہ کیا ہے۔ ہر ایک کا فیصلہ اس کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے اور اس کے مطابق اللہ کریم اس سے سلوک فرماتے ہیں۔

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے شیخ المکرم نے فرمایا: رقیم پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں غار میں رہنے کی وجہ سے اُن کو ایک ہی قرار دیا گیا ہے۔ بعض کتب کے مطابق اصحاب رقیم تین شخص تھے جو غار میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ اُوپر سے ایک پتھر آ پڑا جس کی وجہ سے غار کا منہ بند ہوگیا۔ بلکہ میرے خیال میں میں نے ایسا تو کہیں نہیں پڑھا کہ کوئی پتھر آ پڑا۔ بلکہ سورۃ کہف قرآن کریم میں مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے یہ ہے کہ سورج اُبھرتے وقت بھی ان کی غار کے ایک طرف ہو جاتا ہے اور جب دوپہر ڈھلتی ہے تو بھی ایک طرف سے گزر جاتا ہے۔ ان پر دھوپ نہیں پڑتی اگر پتھر سے غار کا منہ بند ہوگیا ہوتا تو پھر اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ تو رب کریم نے اس میں یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کے پہلو بدلتے رہتے ہیں دائیں، بائیں بدلتے رہتے ہیں۔ تو بعض نے کہا کہ یہ تین لوگ تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ پانچ تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ سات تھے۔ لیکن اکثر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تین کی بھی اللہ نے تردید کردی، پانچ کی بھی تردید کی "لیکن سات کی تردید قرآن مجید میں فرمائی۔ اس لئے اکثر علماء کا اتفاق اس بات پر ہے۔

ولادتِ مبارک 9 یا 12...... تاریخی وشرعی حیثیت

مولانا تنویر الاسلام قاسمی
استاد، مفتاح العلوم، تامل ناڈو، انڈیا

پیارے نبی ﷺ کی ولادت شریفہ، موسم بہار، واقعہ عام الفیل کے 55 روز بعد آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے مطابق 22 اپریل 571ء مطابق یکم جیٹھ 228 بکرمی یا 9 یا 12 ربیع الاوّل کو دوشنبے کے دن، صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے عرب کے مشہور ترین اور مقدس ترین شہر مکہ معظمہ میں ہوئی۔

تاریخ ولادت باسعادت میں مؤرخین نے بہت کچھ اختلافات کئے ہیں، مثلاً ابوالفداء نے 10 ربیع الاوّل لکھی ہے، بعض نے 8 ربیع الاوّل، طبری اور ابن خلدون نے 12 ربیع الاوّل لکھی ہے اور مشہور یہی روایت ہے: مگر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ولادتِ شریفہ دوشنبے کے دن ہوئی اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کے دن 9 ربیع الاوّل کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا: اس لئے زیادہ صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ 9 ربیع الاوّل ہی میں ولادت مبارکہ ہوئی: چنانچہ فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود پاشا کی کی تحقیق بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت شریفہ دوشنبہ کے دن، 9 ربیع الاوّل کو واقعہ الفیل کے پہلے سال ہوئی، اسی طرح "تاریخ دول العرب والاسلام" میں محمد طلعت عربی نے 9 تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (رحمۃ اللعالمین: قاضی سلیمان منصور پوری، نبی رحمت: مولانا علی میاں ندویؒ)

تاریخ ولادت باسعادت میں ایک طرف تو یہ اختلافات ہیں، پھر یہ کہ راجح اور اصح 9 ربیع الاوّل ہے اور دوسری طرف تاریخ وفات کو ملاحظہ فرمایئے: چنانچہ "رحمۃ اللعالمین" میں قاضی سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے کہ 12 ربیع الاوّل 11ھ یوم دوشنبہ، بوقت چاشت جسم اطہر سے روحِ انور نے پرواز کیا، امام سیر ابن اسحاق اور جمہور کا قول بھی یہی ہے، ابن سعد، عمر بن علی ابن ابی طالبؓ اور وہ اپنے باپ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے 12 ربیع الاوّل کو انتقال کیا (اصح السیر)۔

اس اختلاف کے تناظر میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ 9 ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اور وصال 12 ربیع الاوّل 11ھ بروز دوشنبہ کو ہوا (لہٰذا جو لوگ اس بات پر مُصر ہیں کہ نہیں ولادت شریفہ تو 12 ہی میں ہوئی، 8 یا 9 میں نہ ہوئی اور سانحہ ارتحال ایک یا دو ربیع الاوّل میں پیش آیا ہے نہ کہ 12 میں: اس لئے اگر ہم 12 ربیع الاوّل میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں، جلسے جلوس کا اہتمام کرتے ہیں، مسجدوں، مزاروں، مکانوں، دوکانوں اور سڑکوں کو سجاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں) تو کیا غلط کرتے ہیں؟

یہ ان کی تاریخ سے ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے اور حقائق سے چشم پوشی کا بین ثبوت ہے: کیوں کہ جب یہ بات واضح طور پر معلوم ہوچکی کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا 9 ربیع الاوّل کو ہونا زیادہ راجح اور زیادہ صحیح ہے اور وصال کا 12 ربیع الاوّل میں ہونا اصح اور راجح ہے تو 12 ربیع الاوّل میں یوم وفات ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب تو کیا جاسکتا ہے: اس لئے کہ ایصال ثواب کے لئے کسی دن اور کسی وقت کو متعین کرنا بے اصل اور بے بنیاد ہے: مگر اس دن میں خوشیاں منانا، محفلیں آراستہ کرنا، بزم میلاد کرنا، جلسے جلوس کا اہتمام کرنا چہ معنی دارد؟

جن مؤرخوں نے 12 ربیع الاوّل کو یوم ولادت لکھا ہے، اگر ان

کی بات تسلیم کر بھی لی جائے، پھر بھی 12 ربیع الاوّل میں خوشیاں نہیں منائی جاسکتیں، محفلیں منعقد نہیں کی جاسکتیں: اس کو خوشی کا دن نہیں شمار کیا جاسکتا: کیوں کہ اکثر محققین: بلکہ جمہور کی رائے بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات بھی بارہ ربیع الاوّل 11 ہجری میں ہوئی اور یہی رائے زیادہ صحیح بھی ہے، جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔

جب بارہ ربیع الاوّل ولادت، وصال دونوں کا سنگم ہے، بارہ ربیع الاوّل میں اسبابِ خوشی اور اسبابِ غم دونوں پائے جاتے ہیں، تو پھر یہ کہاں کی عقلمندی اور دانشمندی ہے کہ بارہ ربیع الاوّل میں صرف اسبابِ خوشی کو ذہن میں رکھ کر اور بارہ ربیع الاوّل کو صرف یوم ولادت مان کر جو کہ قطعی نہیں ہے، عید میلاد النبی ﷺ منعقد کی جائے، جلوس نکالے جائیں اور وہ جلوس بھی ایسے جن میں ہزاروں طرح کے خرافات و بدعات پائی جاتی ہوں، جن میں سڑکوں کو جام کر کے راہ چلتے لوگوں کو پریشانی میں ڈالنا، امن وسکون کے ماحول کو غارت و برباد کرنا اور اس کو پُرخطر ومخدوش بنانا، فضا کو مسموم کرنا وغیرہ وغیرہ ہوتا ہو۔

اسی پر بس نہیں: بلکہ ان جلوس میں تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اوباش اور لاخیرے قسم کے نوجوان لڑکے ہڑدنگ مچاتے رہتے ہیں، سڑک پر اتر کر ناچتے رہتے ہیں، ڈھول اور تاشے بجاتے رہتے ہیں، نماز کا وقت ہو جاتا ہے، مسجدوں میں نمازیں ہوتی ہیں، مگر یہ نام نہاد عاشقان رسول ﷺ شور وغل میں نمازوں کو برباد کرتے ہیں، بلکہ نمازیوں کو پریشان کر کے ان کی نمازوں کو بھی خراب کرتے ہیں، مسجدوں کی بے حرمتی کرنے تک سے باز نہیں آتے: جبکہ ایذائے مسلم حرام، مسجدوں کی بے حرمتی حرام ہے۔

یہ تو جلوس کے ہنگامے اور شور شرابے کی بات ہے، عرسوں میں مرد وزن کے اختلاط کی وجہ سے بدکاریوں، برائیوں، تباہ کاریوں کا رونما ہونا، قبروں کی بے حرمتی کرنا، مزاروں پر چادر اور پھول چڑھانا، صاحب قبر کو داتا سمجھنا اور اس سے حاجت روائی کرنا، اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا، اس طرح کے دیگر اعمالِ شرکیہ اور خرافات وبدعات کا ہونا جو ہر عرس کے موقع پر اور ہر جگہ کے عرس میں دیکھنے کو ملتے ہیں یہ سب جلوس کے ہنگامے کے ماسوا ہے۔

علاوہ ازیں اگر بارہ ربیع الاوّل کو جشن میلاد النبی ﷺ منعقد کیے جانے کا سبب جلوس وغیرہ نکالے جانے کی وجہ اور بنیاد صرف یہ ہو کہ آفتاب رسالت ﷺ اسی روز کی صبح طلوع ہوا تھا، تو یہ وجہ اور یہ سبب تو خود آقائے مدنی ﷺ کے زمانے میں موجود تھا، نبی ﷺ کے زمانے میں بھی بارہ ربیع الاوّل آتا تھا: مگر آقائے مدنی ﷺ نے بارہ ربیع الاوّل کی آمد پر کبھی بھی عید میلاد النبی منعقد نہیں کی، نہ کبھی جلسے جلوس نکلوانے کا اہتمام فرمایا، کیا نبی اکرم ﷺ نعوذ باللہ اس عید سے ناواقف تھے؟

نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی جماعت اس روئے زمین پر موجود تھی، جن میں خلفائے اربعہ: حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے، جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت سے بھی نوازا تھا، اگر وہ چاہتے تو عالمی پیمانے پر نہیں تو کم از کم ملکی پیمانے پر تو ضرور عید میلاد النبی ﷺ منعقد کرواتے، اگر کوئی اس عید سے سر مو بھی انحراف کرتا تو اس کے ساتھ قتال کرتے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے مانعینِ زکوۃ سے قتال فرمایا۔ خلفائے اربعہ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اس کرۂ ارضی پر ہزاروں صحابہؓ موجود تھے۔ مگر کسی صحابی نے بارہ ربیع الاوّل میں عید میلاد النبی ﷺ کی مجلس منعقد نہ کیں، کیا نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا تھا؟ کیا صحابہؓ سے زیادہ آج کے نام نہاد عاشقانِ رسول ﷺ دین کو سمجھتے ہیں؟ کیا صحابہ سے بھی زیادہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہو گئے اسی طرح تابعین عظامؒ کے دور میں بھی بارہ ربیع الاوّل کی آمد کی مناسبت سے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے محفلیں نہیں سجائی جاتی تھیں۔ نہ ہی جلوس نکالے جاتے تھے اور نہ ہی تبع تابعین کے عہد میں عید میلاد النبی ﷺ کا کہیں ثبوت ملتا ہے۔

جب بارہ ربیع الاوّل کی یہ رسمیں عید میلاد النبی ﷺ جلوس، عرس،

قبروں پر چادر چڑھانا، چراغاں روشن کرنا وغیرہ وغیرہ خیرالقرون ۔ عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہؓ، عہد تابعینؒ میں نہیں پائی جاتی تھیں باوجود کہ خیرالقرون میں ان رسموں کا باعث موجود تھا، معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے اپنے اپنے مقاصد کی خاطر ان چیزوں کو دین میں داخل کرلیا ہے، شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہ رسمیں ازروئے شرع بدعت قرار پائیں گی، صورۃً بھی اور حقیقتاً بھی۔

اخیر میں قارئین کے مزید اضافے کے لئے بدعت کی پہچان، سنت وبدعات کے درمیان فرق، کونسی چیز صورۃً وحقیقتاً بدعت ہے اور کونسی صرف صورۃً بارہ ربیع الاوّل میں عیدمیلادالنبی ﷺ مذہبی خوشی ہے یا دنیوی؟ وغیرہ کے سلسلے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے خطبات میں جو بیان فرمایا ہے مختصراً یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قدس سرہ بدعت کی پہچان کراتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''بدعت کی ایک پہچان بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن وحدیث، اجماع وقیاس چاروں میں سے کسی ایک سے ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہے۔''

خیرالقرون کے بعد ایجاد کی جانے ولای چیزوں میں کونسی بدعت ہے اور کونسی سنت؟ ان کو حضرت تھانویؒ ان الفاظ میں بیان فرمارہے ہیں:

''جتنی چیزیں خیرالقرون کے بعد وجود میں آئیں، ان میں سے کونسی بدعت ہے اور کونسی مندوب، مستحب اور شریعت سے ثابت ہے، کون سا طریقہ مقبول اور کونسا مردود؟ فلاں مروجہ طریقہ بدعت ہے یا نہیں؟ اس کو جاننے کے لئے یہ سمجھ لیجئے کہ خیرالقرون کے بعد جو چیزیں ایجاد کی گئیں ان کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ان کا سبب اور داعی بھی جدید ہے اور وہ کسی مامور بہ کی موقوف علیہ ہو کہ اس کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل نہیں ہوسکتا، جیسے دینی کتابوں کی تصنیف، خانقاہوں او رمدرسوں کی تعمیر کہ حضو رعلیہ ﷺ کے زمانے میں ان میں سے یعنی اس انداز کی کوئی چیز نہیں تھی اور ان کا سبب اور داعی بھی جدید ہے، نیز یہ چیزیں ایسی ہیں کہ شرعی حکم ان پر توف ہے اور دین کی حفاظت بھی ان پر موقوف ہے۔ یہ اعمال گو صورۃً بدعت ہیں۔ مگر حقیقتاً بدعت نہیں۔ بلکہ اس قاعدہ ''مقدمۃ الواجب واجب'' سے واجب ہے۔

دوسری قسم کی چیزیں وہ ہیں جن کا سبب قدیم ہے، یعنی خیرالقرون میں وہ سب موجود تھا مثلاً مروجہ میلاد کی مجلسیں، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ بدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے، مثلاً مجلس میلاد منعقد کرنے کا سبب نبی اکرم ﷺ کی ولادت شریفہ پر خوشی ہے اور یہ سبب اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا منشاء موجود نہ تھا۔ لیکن جب اس کا باعث اور اس کی بنیاد موجود تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضو رعلیہ ﷺ نے کبھی میلاد کی مجلس منعقد کی، نہ صحابہؓ نے۔ ایسی شے کا حکم یہ ہے کہ وہ صورۃً بھی بدعت ہے اور معنیً بھی۔''

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خیرالقرون کے بعد ایجاد کی جانے والی وہ چیزیں جن کا سبب جدید ہو یعنی خیرالقرون میں اس کی ضرورت کے دواعی اور اسباب نہیں پائے گئے۔ مگر کوئی مامور بہ اور شرعی حکم اس پر موقوف ہو اس طور پر کہ اس کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل کیا جانا ممکن نہ ہو تو ایسی چیزیں صورۃً تو بدعت ہیں جس کو بدعت حسنہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر معنیً اور حقیقتاً بدعت نہیں ہے، یعنی اس کو بدعت سیئہ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ بعد میں ایجاد کی جانے والی وہ چیزیں جن کے دواعی واسباب خیرالقرون میں پائے جاتے تھے۔ مگر پھر بھی وہ چیزیں خیرالقرون میں وجود میں نہیں آئیں اور خیرالقرون کے بعد ان چیزوں کو دین سمجھ کر کیا جارہا ہے تو ایسی چیزیں صورۃً اور معنیً وحقیقتاً دونوں طرح بدعت کہی جائیں گی۔

حضرت تھانویؒ ان دونوں قسموں کے درمیان عجیب وغریب فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پہلی قسم کی تجویز کرنے والے خواص یعنی علماء ہوتے ہیں اور اس میں عوام تصرف نہیں کرتے اور دوسری قسم کی تجویز کرنے والے عوام ہوتے ہیں اور وہی ہمیشہ میں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ میلاد شریف کی مجلس کو ایک بادشاہ نے ایجاد کیا ہے اس کا شمار بھی عوام ہی میں سے ہے اور عوام ہی اب تک اس میں تصرف

کررہے ہیں۔"

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر نبی علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عید میلادالنبی ﷺ کا انعقاد کیا جانا دراصل ایک بادشاہ کا ایجاد کردہ ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ شرع میں اس کی کوئی اصل اور بنیاد ہے۔ شرعاً اس کی اصل اور بنیاد کیوں کر ہوسکتی ہے۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ میں صرف دوعیدوں کی اصل ملتی ہے۔ ایک عیدالفطر، دوسری عیدالاضحیٰ، چنانچہ آقائے مدنی ﷺ نے فرمایا: قَدْ أَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الأَضْحىٰ وَيَوْمَ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلے میں تمہیں وہ بہتر دن عطا فرمائے ہیں، عیدقرباں کا اور عیدلفطر کا (ابوداؤد) اب اگر شریعت اسلامیہ میں کسی تیسری عید کا اضافہ کر کے اس کو بھی منایا جائے اور اس کو دین، شریعت ہی میں عید سمجھی جائے اور اس تیسری عید کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ بھی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی طرح ایک عید ہے، جس کو بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر منعقد کیا جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ اچھا خاصا معاوضہ ہوجائے گا اور شریعت محمدیہ میں تبدیلی کرنا لازم آئے گا، جس کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر عید میلادالنبی کے غیر شرعی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ شرعاً عید ہوتی تو مذہبی عید ہوتی اور مذہبی خوشی ہوتی نہ کہ دینوی، اور مذہبی عید کے ثبوت کے لئے وحی کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ عیدالفطر، اور عیدالاضحیٰ کے لئے اور اس طرح کی کوئی وحی ہے نہیں، جس سے بارہ ربیع الاوّل کی عید میلادالنبی ﷺ ثابت ہو، اگر اس طرح کی کوئی وحی ہوتی جس سے اس عید محدث کا ثبوت ہوتا تو سب سے پہلے خود صاحب وحی آقائے مدنی ﷺ کو معلوم ہوتی اور آپ ﷺ بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر جشن میلاد منعقد کرتے، پھر صحابہ بھی مناتے، ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین آج تک پوری امت مسلمہ متفقہ طور پر مناتی، جس طرح عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو خود نبی اکرم ﷺ نے منایا، صحابہؓ نے اور تابعینؒ، تبع تابعینؒ نے منایا اور آج تک پوری امت مسلمہ متفقہ طور پر منارہی ہے اور قیامت تک منائے گی، ان شاء اللہ۔

رہی یہ بات کہ عید میلادالنبی ﷺ مذہبی خوشی اور مذہبی عید ہے نہ کہ دینوی، تو وہ کیسے؟ اس کو حضرت حکیم الامتؒ نے اس طرح سمجھایا ہے۔

"یہ تو سب کو معلوم ہے کہ دنیا کا اطلاق اس خطۂ زمین پر یا زیادہ سے زیادہ چند فرسخ اوپر ہوا پر ہوتا ہے، پس اگر کوئی دینوی خوشی ہوگی تو اس کا اثر اس خطہ زمین تک محدود رہے گا، اس کے آگے نہ بڑھے گا اور حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے دن نہ صرف زمین کی موجودات۔ بلکہ ملائکہ، عرش، کرسی اور باشندگانِ عالم بالا سب کے سب مسرور وشاداں تھے...... اور وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ ﷺ کا ظہور چونکہ تمام عالم کے بقاء کا سبب تھا۔ اس لئے تمام عالم میں یہ خوشی ہوتی اور جب اس کا اثر دنیا سے آگے بڑھ گیا تو اس خوشی کو دینوی خوشی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ مذہبی خوشی ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ پوری امتِ مسلمہ کو اس طرح کے شرک وبدعات کے محفوظ رکھے اور صحیح بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

دعائے مغفرت

(1) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی منظور احمد
(2) لاہور سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی ثمینہ زاہد
(3) فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی خالد صاحب
(4) پاکپتن سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی بشیر
(5) پاکپتن سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد یوسف
(6) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شاہ محمد کی والدہ محترمہ
(7) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صفدر کے والد محترم
(8) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر طاہر کے والد محترم
(9) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاکم مراد کے والد محترم
(10) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی بابا سراج دین مغل
(11) ڈیرہ غازی خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اشفاق قریشی کی والدہ محترمہ
(12) پاکپتن شریف سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی ہمشیرہ خدا بخش

وفات پاگئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

تحریر و تحقیق: نوید اشرف

گذشتہ سے پیوستہ

کمالِ نسبتِ اویسیہ

شاہ صاحبؒ کے ارشادات کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر ہونے والی بیعت نے انہیں وہ نسبت عالی عطا فرمادی کہ ان پر علم و معرفت کے دروازے یکدم کھل گئے اور آج ہم دیکھتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں دین کا جتنا کام اللہ کریم نے شاہ ولی اللہؒ کے خاندان سے لیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

شاہ ولی اللہؒ اپنے عم محترم کے متعلق فرماتے ہیں

میرے عم محترم نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسے راستے پر چل رہا ہوں۔ جہاں کوئی اور موجود نہیں۔ اچانک ایک شخص نے مجھے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا اور فرمایا اے ست رو میں علی المرتضیٰؓ ہوں۔ مجھے آنحضور ﷺ نے بھیجا ہے کہ تمہیں ان کی خدمت میں لے چلوں۔ ہم دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نیچے کرلیا۔ پھر اپنا ہاتھ آنحضور ﷺ کے روبرو پیش کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ ہاتھ ابوالرضا محمد کا ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے بیعت لی۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی ﷺ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس آراستہ ہے آپ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہونا چاہتے تھے غایت ادب کی وجہ سے قدم آگے نہیں پڑتا تھا۔ اچانک آپ کے جد امجد حافظ بلاقیؒ تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا دیا۔

سوانح میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ۔ ص95

صاحب عمدۃ السلوک سید زوار حسین شاہؒ فرماتے ہیں

"فنافی الشیخ کے بعد فنافی الرسول ﷺ کی منزل آتی ہے۔ جبکہ سالک اپنی ذات کو حضور ﷺ کی ذات سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے"

عمدۃ السلوک حصہ اول۔ ص112

قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے صاحب مجاز حکیم محمد صادق صاحب اپنی روحانی بیعت کا احوال کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں

"مسجد نبوی ﷺ کا نظارہ میرے سامنے تھا نبی کریم ﷺ منبر پہ تشریف فرما تھے۔ مصافحہ کیا تو سفید نورانی ہاتھ تھے۔ قریب ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے ان سے مصافحہ کیا۔ ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ بیٹھے تھے ان سے مصافحہ کیا مراقبہ میں حضرت (مولانا اللہ یار خانؒ) نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ہو جاؤ۔ تو آپ ﷺ نے مجھے روحانی طور پر قرآن پاک اور جھنڈا انعام دیا"

المرشد جولائی 2000۔ ص44

حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی سے ایک سالک سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سوال کرتا ہے کہ آج رات روحانی بیعت کے وقت دیکھا کہ آپ منصب والی کرسی سے اٹھ کر خود حضور ﷺ کے سامنے آئے اور پھر بیعت والوں کو پیش کیا جبکہ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی فرماتے ہیں "عمومی حاضری میں منصب والی کرسی سے اٹھنا نہیں پڑتا۔ عام حاضری اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے میں بہت فرق ہے۔ اس کے لئے خود بھی حاضر ہونا پڑتا ہے"

اقوال شیخ۔ ص29

نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ پہلے گزر چکی ہے جس کا مفہوم ہے کہ 40 ایسے لوگ جو شرک نہ کرتے ہوں وہ کسی میت کا نماز جنازہ پڑھیں تو اسے بخش دیا جائے گا۔ حضرت امام ربانیؒ کو ملنے والی بشارت پر کسی کو اشکال نہیں ہونا چاہیے کیونکہ نماز جنازہ ایک دعا ہے اور دعا قبول کرنے والی ذات اللہ کریم کی ہے۔ نیز حضرت مجددؒ جیسی ہستی یقیناً کسی صحیح العقیدہ میت کے جنازہ پر ہی نماز پڑھیں گے۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ایک بزرگ ساتھی جنھیں اللہ اللہ کرتے 50 سال ہو گئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ ایک قسم کی ضمانت قبل از گرفتاری ہے۔ جس طرح عام زندگی میں عدالت دیکھتی ہے کہ عدالت میں ضمانت کے کاغذات جمع کروانے والا کون ہے وہ خود کہیں عادی مجرم تو نہیں اور اگر اس کا سابقہ ریکارڈ تسلی بخش ہو تو ضمانت قبول کر لی جاتی ہے اسی طرح نماز جنازہ میں بھی رب ذوالجلال یہ دیکھتے ہیں کہ ضمانت قبل از گرفتاری کے لئے کون لوگ آئے ہیں کیا یہ لوگ عقائد و اعمال میں درست ہیں۔ اگر وہ "ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقامو" کے معیار پر پورے اترتے ہیں تو ان کی ضمانت میت کے حق میں قبول کر لی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ ضمانت دینے والی ہستی ایسی ہو کہ جسے نبی کریم ﷺ کی طرف سے خصوصی اجازت اور بشارت بھی ہو حاصل ہو۔

ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء

عالم بیداری اور حالت نوم میں زیارت رسول ﷺ

قلزم فیوضات مولانا اللہ یار خانؒ نے اپنی کتاب دلائل السلوک میں بیعت تصوف کے حوالہ سے لکھا:

"اگر کوئی مدعی دربار نبوی ﷺ تک رسائی نہیں رکھتا پھر بیعت لیتا ہے تو وہ دھوکہ باز ہے ماخوذ ہوگا۔ پس کامل و ناقص کی یہی پہچان ہے خوب جان لو"

مولانا اللہ یار خانؒ کی کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سلوک اور سالکین کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ مگر یہ جملہ ایسا تھا۔ جو بہت سے حضرات گرامی کو گراں گزرا حالانکہ اس میں ایسی کوئی بات نہ تھی اس پر مختلف اعتراض کئے گئے ایک اعتراض یہ تھا کہ ہمارے مشائخ کو دھوکہ باز کہا گیا ہے۔ جبکہ ایک محترم نے یہ اعتراض کیا کہ اگر اس شرط کو یعنی دربار نبوی ﷺ کی رسائی کو بیعت لینے کیلئے ضروری شرط قرار دیا جائے تو پھر تو بمشکل ایک صدی میں ایک ہی شخص ملے گا۔ معترضین حضرات یہ بات بھول گئے کہ بیعت کی صرف ایک ہی قسم نہیں ہوتی۔ یہاں بات ہو رہی ہے بیعت تصوف کی جبکہ اس کے علاوہ بھی علماءِ حق نے بیعت کی مختلف اقسام لکھی ہیں مثلاً بیعت خلافت بیعت تقویٰ، بیعت ہجرت، بیعت جہاد، بیعت ثابت قدمی وغیرہ۔

اگر چودہ صدیوں کے ان حضرات کی فہرست تیار کی جائے جن کی رسائی بارگاہ نبوی ﷺ تک رسائی حاصل تھی تو ایک طویل دفتر تیار ہو جائے گا۔

دسویں صدی کے جلیل القدر عالم عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں

"اللہ کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے دربار عالی کا حاضر باش ہوں۔ اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھ کو روضہ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح محبوب دو عالم ﷺ سے کلام کرتا ہوں جسطرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے سے بات کی جاتی ہے"

السنن الکبریٰ۔ص 142 بحوالہ رحمت کائنات

اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم ماضی قریب کے ان حق پرست اہل اللہ کے کچھ واقعات نقل کر دیتے ہیں جس سے بارگاہ نبوی ﷺ تک رسائی کا پتہ چلتا ہو۔ یہ واقعات عالم بیداری، خواب، بین النوم والیقظہ یعنی عالم استغراق کے ہیں۔ ان واقعات میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دی جانے والی بشارتیں، علمی اشکال کا سدِ باب، کام کی مقبولیت کی سند، بوقت وفات روح کی دربار نبوی ﷺ میں حاضری و دیگر شامل ہیں امید واثق ہے کہ یہ واقعات دیکھ کر بہت سے اشکال رفع

ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ واقعات بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہم کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ واقعات ان ہستیوں کے ہیں جو برصغیر پاک و ہند کی سرزمین پر علماء حق میں شمار کی جاتی ہیں۔

مولانا قاسم نانوتویؒ کا حضور نبی کریم ﷺ سے بخاری شریف پڑھنا

"حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند جب حج پر تشریف لے جا رہے تھے ساتھیوں سے فرمایا بھئی میں پنچ لاسہ ضرور جاؤں گا اور حضرت راؤ عبداللہ شاہؒ کو ضرور ملوں گا ملکر رخصت ہونے لگے تو فرمایا حضرت میرے لیئے دعا فرمایئے اس پر انہوں نے فرمایا بھئی تیرے لئے کیا دعا کروں میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھتے دیکھا ہے"

حکایات اولیاء

حضور ﷺ کا مولانا اللہ یار خانؒ کو مقام صحابہ سے روشناس کرانا

ایک روز مراقبہ سحر گاہی کے دوران حضرت جیؒ حسب معمول بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے تو محسوس کیا کہ آپ ﷺ بغیر کسی کو براہ راست مخاطب کئے بغیر ناصحانہ انداز میں فرما رہے ہیں "دین کی بربادی اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں میرے صحابہؓ کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ اس کا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود لوگ ذاتی نقصان کا سوچ کر خاموش تماشائی ہیں۔ سوچ لیں کل محشر میں اللہ کریم کو کیا جواب دیں گے۔ دین کی عمارت بنی بنائی آسمان سے نہیں اتری اس کی تعمیر میں اینٹوں کی جگہ میرے صحابہؓ کی ہڈیاں اور گارے کی جگہ میرے صحابہؓ کا گوشت لگا ہے پانی کی جگہ میرے صحابہؓ کا خون استعمال ہوا ہے"

حیات طیبہ۔ ج 1۔ ص 113

حضرت گنگوہیؒ کا ہر کام نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر کرنا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں "13 سال حضرت ﷺ میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ ﷺ سے پوچھے نہیں کی"

ارواح ثلاثہ۔ 275

حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کی بارگاہ نبوی ﷺ میں حضوری کی کیفیت

حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کو بارگاہ نبوت ﷺ میں حضوری کی وہ کیفیت حاصل تھی کہ ایک مرتبہ عالم جلال میں فرمایا "میں نبی کریم ﷺ سے حدیث صحیح کروا سکتا ہوں، پوچھ سکتا ہوں"

حیات طیبہ۔ ج 1۔ ص 581

بارگاہ نبوی ﷺ میں حضرت امام ربانی کی مقبولیت

شیخ محمد نعمانؒ جو کہ حضرت مجددؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے فرماتے ہیں "ایک روز رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا حضرت صدیق اکبرؓ ساتھ تھے۔ سرور کائنات ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا نعمان سے کہ دو جو شیخ احمد کے نزدیک مقبول ہے وہ ہمارے نزدیک اور حق جل مجدہ کے نزدیک مقبول ہے اور جو ان کے نزدیک مردود ہے وہ ہمارے اور حضرت باری تعالیٰ کے نزدیک بھی مردود ہے"

خزینۃ الاصفیاء۔ ص 610

حضور ﷺ کا حضرت گنگوہیؒ سے امتحاناً سوال

خان صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپ کے پاس اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ میں "براہین قاطع" شائع ہوئی تھی اور اس پر لوگوں میں شورشیں ہو رہی تھیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے۔ اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے پوچھے ہیں اور سو کے سو کا جواب میں نے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے سب کی تصویب فرمائی اور نہایت مسرور ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارا عالم میرے خلاف ہو تو بھی انشاء اللہ حق میری جانب ہوگا۔

ارواح ثلاثہ

حضور ﷺ کا حضرت مدنیؒ کے جسم کے فالج زدہ حصہ پر ہاتھ پھیرنا

"مارچ 1952 میں آپؒ کے جسم مبارک کا داہنا حصہ سن ہوگیا۔ ڈاکٹروں نے فالج کا حملہ تشخیص کیا علاج کی تجویز ہو رہی تھی کہ دوسرے ہی روز آپ کو آرام آگیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ آج رات خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے دعا فرما کر اپنا داہنا ہاتھ میرے بدن پر پھیرتے ہوئے فرمایا کہ حسین احمد تشویش کی کوئی بات نہیں ہم صرف تمہاری عیادت کیلئے آئے ہیں۔

ماہنامہ الصدیق ملتان 1371ھ بحوالہ چراغ محمد ﷺ

حضور ﷺ کا مولانا اللہ یار خانؒ کے جسم کے لقوہ زدہ حصہ پر ہاتھ پھیرنا

"بندہ بوجہ استغراق ماہ حاڑ (جون) دھوپ میں صبح سے شام تک جنگل میں پڑا رہا تھا۔ اس پر لقوہ ہوگیا۔ مگر حضور ﷺ نے ہاتھ پھیرا جس سے تین دن کے اندر اچھا ہوگیا۔ مگر بال سفید ہوگئے داہنی جانب کے"

حیاتِ طیبہ۔ ج 1۔ ص 369

حضور ﷺ کا شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کو لطائف کرانا

"احباب کے سلام عرض کیے، عالم اسلام، ملک اور قوم کیلئے دعا کی درخواست کی۔ پھر غیر ارادی طور پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے لطائف کرا دیجئے۔ حضور ﷺ نے ذاتی طور پر ہر لطیفہ پر توجہ دیکر ذکر کرایا۔ پھر باقاعدہ مراقبات، فنا بقا تک، سیر کعبہ تک، فنافی الرسول ﷺ اور آخری منزل تک توجہ سے سرفراز فرمایا اُس وقت حضرتؒ (مولانا اللہ یار خانؒ) کا ارشاد یاد آیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ آخر میں اب مجھے نبی اکرم ﷺ سے براہ راست توجہ ملتی ہے اور یہ نعمت مدتوں بعد کسی خوش نصیب کے حصہ میں آتی ہے۔

کنز الطالبین۔ ص 174

حضور ﷺ کا قاضی زید الحسینیؒ کو آگاہ کرنا

قاضی زید الحسینیؒ فرماتے ہیں "تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض ہے کہ یہ گنہگار کئی مرتبہ زیارت رسول ﷺ سے مشرف ہوا۔ جو ارشاد فرمایا حرف بحرف صحیح نکلا۔ زیارت مدینہ منورہ کا اپنا معمول یہ ہے کہ سیّد دو عالم ﷺ کے قدموں میں بیٹھتا ہوں۔ جب کبھی یہ شرف ملا عصر کے بعد مراقبہ میں جو ارشاد فرمایا وہ حرف بحرف صحیح نکلا۔

رحمت کائنات

حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ کی تصدیق

شاہ غلام علی دہلویؒ فرماتے ہیں ایک روز خواب میں، میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ "من رانی فقدرای الحق" آنجناب ﷺ کی ہی حدیث ہے فرمایا "ہاں"

مکتوبات شاہ غلام علی دہلوی۔ ص 85

حضور ﷺ کا شاہ ولی اللہؒ کو امت میں سے ایک جماعت کی تنظیم کے لیے منتخب کرنا

"ایک رات شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مکہ مکرمہ میں رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ نے بشارت دی کہ "تمہارے متعلق ارادہ ہو چکا ہے کہ اُمتِ مرحومہ کے جتھوں میں سے کسی جتھے کی تنظیم تمہارے ذریعے کی جائے۔

انوار السوانح۔ ص 36

حضور ﷺ کی حضرت لاہوریؒ کو حق پر ہونے کی بشارت

حضرت لاہوریؒ کی حیات میں فیض باغ لاہور کے عبدالقادر راج نے خواب میں دیکھا کہ آنجناب ﷺ خدام الدین کے دفتر میں تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت لاہوریؒ آپ ﷺ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے ساتھی کو پیش کیا جو مسلک بارے میں ان سے جھگڑا کرتا تھا۔ اور دریافت کیا

امت کے موجودہ فرقوں میں کونسا حق پر ہے۔ آنجناب ﷺ نے حضرت لاہوریؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں یہ حق ہے۔

خدام الدین 23 فروری 1963

حضور ﷺ کا حضرت تھانویؒ کو غروب آفتاب قرار دینا

حضرت تھانویؒ کی وفات سے چھ ماہ قبل ایک خادمہ رئیسہ نے خواب دیکھا "ایک جگہ پر گئی ہوں وہاں کوئی تقریب تھی جو ختم ہو چکی تھی ایک جو موجود تھے انہوں نے بتایا کہ ابھی یہاں نبی ﷺ آئے تھے۔

مولانا ممدوحؒ فرماتے ہیں آنکھ کھلتے ساتھ ہی جو تعبیر مجھے سمجھ آئی وہ یہ تھی کہ حضور ﷺ تو کیا بیمار ہیں حضور ﷺ کی امت بیمار ہے اور حضرت تھانوی اصلاح فرما رہے ہیں۔

میں نے پوچھا حضور ﷺ کیا فرماتے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مولانا اشرف علی کو غروب ہوتا ہوا آفتاب سمجھو۔

اشرف السوانح۔ ج 4۔ ص 91

حضور ﷺ کا دارالحدیث کی عمارت کے چندے سے متعلق پوچھنا:

دارالحدیث کی عمارت کیلئے سیّد یوسف علیؒ مرحوم اپنے وطن ٹونک میں چندہ جمع کر رہے تھے کہ انہیں خواب میں حضور ﷺ نے ہنس کر فرمایا تم نے کس قدر چندہ وصول کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا باسٹھ روپے۔

تاریخ دیو بند۔ ص 86

حضور ﷺ کا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو بزرگ کے حوالہ کرنا

حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں جناب رسول ﷺ کی زیارت ہوئی حضور ﷺ نے آپ کا ہاتھ لیکر ایک بزرگ کے حوالے کر دیا۔ آپ بیدار ہوئے تو حیرت میں پڑ گئے کہ کن بزرگ کے حوالے کیا گیا ہوں۔ کئی سال تک پریشان پھرتے رہے اور ان بزرگ کا پتہ نہ ملا آخر اپنے استاد مولانا محمد قلندرؒ محدث جلال آبادی کے حکم پر میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب حضرت میاں جیؒ پر نظر پڑی تو فوراً پہچان گئے کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے حوالہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

کرامات امدادیہ۔ ص 20,21

حضور ﷺ کی بیعت کے لیے حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کی طرف راہنمائی

راقم الحروف ناکارہ روزگار سال 2005 میں سنت اعتکاف کے لیے دارالعرفان منارہ ضلع چکوال موجود تھا۔ اُدھر ایک اور معتکف حافظ محمد صدیق جو کہ فیصل آباد کے رہائشی ہیں سے ملاقات ہوئی حافظ صاحب کی روداد انہی کے زبانی سنتے ہیں۔ "میرا چھوٹا بھائی عبدالرشید اعوان جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی سے بیعت تھا۔ اس سے اکثر ذکر اللہ کے حوالہ سے جھگڑا ہو جاتا تھا۔ میں مختلف عملیات کرتا تھا اور ایک عامل تھا۔ ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مولانا اکرم اعوان کی بیعت کر۔ میں چونکہ اہلِ حدیث تھا میں نے عرض کی میرے مرشد تو آپ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں بھی آپ سے بیعت لوں گا پہلے آپ ان سے (مولانا اکرم اعوان مدظلہ) سے بیعت کریں۔ بندہ چونکہ رفع یدین کرتا تھا میں نے کہا کہ مولانا اکرم اعوان تو رفع یدین نہیں کرتے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہمارے اپنے ہیں آپ ان کا نام ادب سے لیں تو میں نے عرض کیا کہ میانوالی کی زبان ہے آپ ﷺ تو جانتے ہیں میں نہ تو ان کا نام بے ادبی سے لے رہا ہوں نہ ہی گستاخی کر رہا ہوں میری زبان ہی ایسی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اور یہ معاملہ ختم ہو گیا۔

مسلمانوں کا عہد زریں

قسط نمبر 2

ملیحہ وحید

اب ان کی معاشرتی زندگی کا جائزہ لیں تو عہد زریں میں اسلامی ممالک اور یورپ کے تضاد کا یہ عالم تھا کہ بغداد اور قرطبہ کے شہروں میں شام کے بعد سڑکیں اتنی روشن ہوتیں کہ ایک آدمی عوامی لالٹین، کی روشنی میں 10 کلومیٹر تک سیدھی line میں چل سکتا تھا، جبکہ لندن میں اس زمانے سے لے کر بعد کے 700 سال تک ایک بھی عوامی لالٹین نہیں تھا۔ مسلم ریاست میں سڑکیں پختہ تھیں جبکہ پیرس میں بارش کے بعد کوئی باہر آتا تو ٹخنوں تک کیچڑ میں پاؤں دھنس جاتے۔

عہد زریں میں اسلامی فنون لطیفہ، aesthetics اور arts and crafts نے بھی بے حد عروج پایا۔

. اسلام نے زینت اور آرائش کو منع نہیں فرمایا البتہ بے جا تصرف پر گرفت ہے۔ بت تراشی سے منع کیا تو مسلمانوں نے وہاں سے رخ پھیرا اور اپنے ہنر کو خطاطی اور تعمیرات میں استعمال کیا۔ ان کی لازوال تعمیرات آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔

معاشی آسودگی اتنی تھی کہ خوبصورت ترین گھر جس میں قالین بچھے ہوتے۔ ریشم کے پردے اور عمدہ فرنیچر ہوتا۔ گرمی کے لئے سنگ مرمر کی بالکونی ہوتی اور سردیوں میں فرش کے نیچے گرم ہوا کے ducts ہوتے یعنی central heating۔ خواتین کے لئے الگ galleries ہوتیں۔ بچوں کے لئے طرح طرح کی تفریحی سہولیات جیسے labrynths اور کھیلوں کی جگہیں ہوتیں۔ اسی زمانے کے یورپ کے بادشاہوں کے گھروں میں نہ چمنی ہوتی اور نہ کھڑکیاں۔ مگر اس سب کے باوجود اپنی اصل کو نہ بھولتے۔ ان گھروں میں بسنے والوں کا Motto ہوتا۔

" O! man put not thy trust in this present world." (اے انسان اس عارضی دنیا پر بھروسہ نہ کرنا)

غسل کرنا، پاک صاف رہنا مسلمانوں کی مذہبی Requirement ہے۔ اس کے لئے انہوں نے طرح طرح کے صابن ایجاد کئے اور Shampoo بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے جو بہت بعد میں یورپ پہنچی۔ ریشم، صابن، شیمپو، عطر (خوشبویات)، موجودہ روشنائی والے قلم، قالین، چینی کافی اور اس کے علاوہ ہزاروں چیزوں کے لئے یورپ مسلمانوں کا مرہون منت ہے۔

مغربی مورخ لکھتا ہے: To these Muslims we (Europeans) are indebted for all our personal comforts" یہ وہ مسلم فاتحین کا دور تھا، وہ لوگ جن کے احسانات، جن کی intellectual achievments آج مغرب مانتا ہے اور کتابوں میں ان کو Koranic People لکھتا ہے۔ انہوں نے ممالک فتح کئے مگر اپنی بنیاد اپنی اصل کو نہیں چھوڑا۔ انہوں نے محل ضرور بنوائے مگر ان پر کندہ کراتے تھے۔

" There is no Conqueror but God."

الحکم الحاکمین صرف اللہ ہے۔

جب مغرب مفکر مسلمان کی Spectacular victories اور ان کی Brilliant scientific progress کی وجوہات ڈھونڈتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

(بقیہ صفحہ نمبر 44 پر)

خواتین کا صفحہ

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:

اُم کلثوم نام تھا۔ آپؓ رسول مقبول ﷺ کی تیسری صاحبزادی تھیں۔ والدہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔

سال ولایت:

حضرت ام کلثومؓ بعثت نبوی سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں حضرت رقیہؓ سے ایک سال چھوٹی اور حضرت فاطمہؓ سے ایک سال بڑی تھیں۔

طلاق کا واقعہ:

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح کمسنی میں عتیبہ بن ابولہب سے ہوا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے دعوت اسلام دینی شروع کی تو ابولہب اور اس کی بیوی آپ ﷺ کے سخت دشمن ہوگئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو ستانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ غیرت الٰہی جوش میں آئی اور "سورۃ تبت یدیٰ ابی لہب" نازل ہوئی۔ ابولہب کو سخت غصہ آیا۔ اس کے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں حضرت رقیہؓ اور دوسرے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں حضرت ام کلثومؓ تھیں اگرچہ رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ ابولہب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنۃ"

ترجمہ: "میرا اُٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی۔"

دونوں بیٹوں نے بدبخت باپ کے حکم کی تعمیل کی اور عتبہ نے حضرت رقیہؓ اور عتیبہ نے حضرت ام کلثومؓ کو طلاق دے دی۔ واقعہ طلاق کے بعد حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ نکاح کے چند سال بعد 2ھ کو حضرت رقیہؓ کا وصال ہوگا حضرت عثمانؓ کو اس کا سخت صدمہ پہنچا۔

حضرت عثمانؓ سے نکاح:

حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ اسی زمانہ میں بیوہ ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حضرت عثمانؓ ان سے نکاح کر لیں اور اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت عثمانؓ سے کیا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے تامل کیا کیونکہ حضرت رقیہؓ کی وفات کی وجہ سے بہت زیادہ غمگین تھے۔

رسول کریم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: "میں تمہیں حفصہؓ کے لئے عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لے حفصہؓ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔"

پھر فرمایا: "حفصہؓ کو میرے نکاح میں دے دو اور عثمانؓ سے میں اپنی بیٹی ام کلثومؓ کی شادی کر دیتا ہوں۔"

اس بات کے لئے دونوں حضرات فوراً راضی ہوگئے۔

چنانچہ حضرت حفصہؓ کا نکاح رسول کریم ﷺ سے ہوگیا اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے پڑھایا۔ نکاح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت جبرائیل امین کے ذریعے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثومؓ کو اسی حق مہر پر جو رقیہؓ کا تھا تمہارے عقد میں دے دوں۔"

اسی نسبت سے حضرت عثمانؓ کا لقب ذوالنورین' پڑا یعنی دو

نوروں والے۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

وفات:

حضرت ام کلثومؓ اس نکاح کے بعد چھ سال تک حضرت عثمانؓ کے ساتھ رہیں۔ اور شعبان 9ھ میں وفات پائی۔

غسل و جنازہ:

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب، حضرت ام عطیہؓ اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے رسول کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور ﷺ نے کفن کے لئے اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ قبر میں اترے اور سیدہؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (بخاری، ج1، ص171)، (طبقات، ج8، ص26,25)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ "جس وقت حضرت ام کلثومؓ کو قبر میں اتارا گیا تو اس وقت حضور ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔"

اولاد: حضرت ام کلثومؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

بقیہ صفحہ نمبر 42 سے آگے

" The main factor indeed was Islam itself and the Deep Faith and Zeal of its followers to spread its message to the world at large." It is not without reason that they caused to be engraved on the public seal, " The Servant of the Merciful rests contented in the decrees of God".

اللہ کریم ہمیں پھر سے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور پھر سے وہی اسلامی معاشرے کی بہاریں دیکھنی نصیب فرمائے۔

بقیہ صفحہ نمبر 45 سے آگے

لیکن دراصل یہ لوگ دل میں مسلمانوں سے شدید حسد کرتے تھے اور اس نئے معاشرے اور رہن سہن کے آداب اور مسلمانوں کے آپس کے پیار محبت کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے رہتے۔ یہ لوگ بظاہر آپ ﷺ سے اور مسلمانوں سے بہت اچھے طریقے سے ملتے لیکن اندر ہی اندر آپس میں اور یہود کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس گروہ کے بارے میں مطلع فرما دیا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ان کی شرارتوں کو خوب سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو ان کی نشانیاں بتا کر تنبیہ فرماتے رہتے تھے۔

اذنِ جہاد (جہاد کا حکم):

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت ﷺ کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے اعلان نبوت سے ہجرت فرمانے تک تیرہ سال مکہ میں کفارِ مکہ کے شدید ظلم و ستم کو بڑے صبر سے برداشت فرمایا۔ کفارِ مکہ نے تیرہ سال آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ پر بے پناہ مظالم ڈھائے، حتیٰ کہ انہیں اپنا وطن، مال، گھر بار سب چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا۔ لیکن کفارِ مکہ کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھایا حتیٰ کہ مدینہ منورہ ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم ہوا۔

بچو! وہ جہاد جس کی نبی اکرم ﷺ نے خود قیادت فرمائی اور اُن میں خود شرکت فرمائی، انہیں غزوہ کہتے ہیں، جبکہ وہ جہاد جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو سپہ سالار مقرر فرما کر بھیجا ایسے جہاد کو سریا کہتے ہیں۔ سریا کی جمع سرایا ہے۔

☆☆☆

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر 9

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ع خان، لاہور

مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات:

بچو! آپ کو یاد ہے نا کہ ہم بات کر رہے تھے کہ جب آنحضور ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ میں ایک نئے معاشرے نے جنم لیا۔ ایک نیا ماحول، نیا رہن سہن اور نئے آدابِ زندگی تھے جو لوگوں نے سیکھے۔ اس نئے اور بے حد خوبصورت معاشرے کا اثر اردگرد کے علاقوں پر بھی پڑا۔ اُس وقت پورا معاشرہ جس ظلم و ستم کا شکار تھا، اس نئے آدابِ زندگی اور رہن سہن نے اُس کو امن و امان کا گہوارہ بنا دیا۔

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے تقریباً پانچ ماہ مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ اس طرح قائم فرما دیا کہ ایک انصاری کو ایک مہاجر کا بھائی بنا دیا تاکہ مہاجرین کے دل سے اپنے خاندان اور برادری سے دوری او ر پردیس میں ہونے کا خیال زائل ہو جائے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا معاون و مددگار بن جائے۔ انصار بھائیوں نے اس "عقدِ مواخات" (بھائی چارہ کا رشتہ) کے بعد اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے حسنِ سلوک کی وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہے گی۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو صرف اپنے گھر بار میں سے ہی آدھا حصہ پیش نہیں کیا بلکہ جہاں جہاں جو کچھ وہ کر سکتے تھے، انہوں نے کیا۔ اگر کبھی کسی کے ہاں کھانا کم پڑ جاتا تو وہ انصاری اُسے اپنے مہاجر بھائی کے سامنے رکھ کر خود اپنے اہلِ خانہ سمیت خوشی خوشی بھوکا سو رہتا تھا۔

انصار کے اس حسنِ سلوک پر مہاجرین نے نبی اکرم ﷺ کے حضور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم نے کوئی قوم، جن کے پاس ہم آئے ہوں، انصار کے برابر نہیں دیکھی۔ وہ ہمارے تھوڑے سے کام کا بہت اچھا صلہ دیتے ہیں اور زیادہ کام میں بہت غیر معمولی معاوضہ دیتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے تمام مصارف و ضروریات کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے اور اپنے کاروبار میں ہمیں حصہ دار بنا لیا ہے۔ ہمیں اندیشہ لاحق ہو گیا ہے کہ ثواب سب کا سب وہی حاصل کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ایسا نہ ہوگا، تمہارا ان کی تعریف کرنا اور اُن کے حق میں دعا کرنا ان کے تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کی کسی قدر تلافی کر دے گا۔ (بچو! بھائی چارے کے اس خوبصورت رشتے سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر کوئی ہم سے اچھا سلوک کرے تو ہم اس کی غیر موجودگی میں اس کی تعریف کر کے اس کی عزت بڑھائیں اور اس کے حق میں دعا بھی کیا کریں)۔

یہود کی دشمنیاں اور جھگڑے:

بچو! آپ کو پتہ ہے نا کہ مکہ میں مسلمانوں کا واسطہ کفارِ مکہ سے تھا، جب کہ مدینہ منورہ میں آبادی کا ایک بڑا حصہ یہود کا تھا۔ آپ ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت پر کئی یہودی علماء اور سکالر آپ ﷺ کے پاس آئے اور ایمان قبول کر لیا۔ لیکن وہ یہودی جو ایمان نہ لائے، انہوں نے طرح طرح کی شرارتیں اور بات بات پر جھگڑے کھڑے کر کے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ وہ مسلمانوں کو تنگ کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ مدینہ میں بعض یہودی تو آپ ﷺ سے شدید دشمنی اور کینہ رکھنے میں مشہور تھے حالانکہ تورات کے ذریعے آپ ﷺ کے اوصاف پہچانتے تھے۔

منافقین کے ساتھ واسطہ:

بچو! مکہ مکرمہ میں دو ہی گروہ آباد تھے، مسلمان اور کفار لیکن مدینہ منورہ میں ایک تیسرا گروہ بھی بن چکا تھا جنہیں منافقین کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ بظاہر تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے (بقیہ صفحہ نمبر 44 پر)

مساعی جمیلہ

جلسہ بعثت رحمت عالم ﷺ کانفرنس ایوان اقبال، لاہور

پروفیسر خالد محمود، لاہور

لاہور میں بعثت رحمت عالم ﷺ کانفرنس کی جگہ کے لئے ایوان اقبال اور دن کے لئے 12 جنوری 2014ء بروز اتوار کا انتخاب کیا گیا۔

کانفرنس کے انتظامات کے لئے امیر لاہور جناب خالد محمود چشتی کی رہائش گاہ پر امراء کی کئی نشستیں ہوئیں۔ ایک نشست صاحبزادہ بھائی عبدالقدیر اعوان صاحب (ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ) کی زیر صدارت اویسیہ سوسائٹی ٹاؤن شپ میں بھی ہوئی تھی۔ امراء کی حاضری اور شوق دیدنی تھا۔ دروازے کے باہر تک امراء کی بڑی تعداد تشریف فرما تھی۔ کیفیات کی برسات دلوں کو زندگی کا سرور او رکیفیات عطا فرمارہی تھی۔ امراء کو محترم ناظم اعلیٰ کی آدھے گھنٹے کی رفاقت میسر آئی۔ آپ نے انتظامات کے ضمن میں انتہائی جامع ہدایات عطا فرمائیں۔ ہر ساتھی کو اپنے حصے کا کام سونپ دیا گیا جس کو اس نے پوری جانفشانی سے بڑھ چڑھ کر سرانجام دیا۔ اللہ کریم کے ہاں تو قدر و قیمت خلوص کی ہے۔ ہر ساتھی کی کاوش کو اللہ کریم قبول فرمائے۔ آمین

تھوڑے ہی دنوں میں لاہور کے بڑے بڑے چوراہے حضرت مدظلہٗ العالی کی تصویر اور کانفرنس کے بینرز کے ساتھ منظر بہاراں پیش کرنے لگے۔ رکشوں کے پیچھے فلیکس پر حضرت جی کی تصویر اور کانفرنس کا پیغام عوام کی اطلاع کے لئے ایک بڑا ذریعہ بن گیا۔

آخر کار اللہ کے فضل و کرم سے 12 جنوری 2014ء کا دن نمودار ہوا جس کے لئے ساتھی شدت سے منتظر تھے۔ ایوان اقبال لاہور کے بیرونی حصے کو کانفرنس کے بینرز اور مہر نبوت والے سبز جھنڈوں سے سجایا گیا لیکن ہال کے اندر Backdrop پر الشیخ المکرم مدظلہٗ العالی اور بھائی عبدالقدیر اعوان صاحب کی تصاویر تو نظروں کو ہٹنے نہیں دے رہی تھیں۔

امیر لاہور خالد محمود چشتی صاحب، جناب رحمت اللہ ملک صاحب، بھائی عبدالرقیب اعوان صاحب، پنجاب یونیورسٹی کے ریٹائرڈ پروفیسر (شعبہ علوم اسلامیہ) جناب ڈاکٹر سرفراز اعوان صاحب، سابقہ چیف جسٹس جناب خواجہ محمد شریف صاحب (لاہور ہائی کورٹ)، صاحب مجاز جناب قاری عبدالخالق صاحب اور ناظم اعلیٰ محترم بھائی عبدالقدیر اعوان صاحب نے سٹیج کو زینت بخشی۔ خواجہ محمد شریف صاحب کانفرنس کے مہمان خصوصی تھے۔ حضرت جی کے کچھ مجازین مکرم سٹیج کے پیچھے والی کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایوان اقبال احباب اور ساتھیوں سے بھر گیا۔ خواتین کی حاضری بھی بھرپور تھی۔ اس کانفرنس کے لئے الاخوات کی خصوصی کاوش بھی قابل تعریف تھی۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض سلسلہ عالیہ کے ساتھی پروفیسر خالد محمود صاحب نے انجام دیئے نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، آیت کریمہ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ اور حضرت جی مدظلہٗ العالی کے شعر۔

آؤ اس رحمت عالم کی کوئی بات کریں
آج عشق نبی ﷺ میں یہ بسر رات کریں

سے پروگرام کے پہلے حصے کا آغاز کیا۔ دل محبت رسول ﷺ سے جھومنے لگے۔ فوری بعد رب جلیل کے پاک کلام کی تلاوت کا شرف جناب قاری فاروق عباسی نے حاصل کیا۔ قاری صاحب کی پرسوز تلاوت سے شرکاء کانفرنس کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں۔ تلاوت کے بعد جناب فیضان علی صاحب نے حضرت جی مدظلہٗ العالی کا نعتیہ کلام بہت خوبصورتی سے پڑھا۔ حضرت کے کلام میں جو کیفیات اور برکات

ہیں۔ سلسلہ عالیہ کا ہر ساتھی اُسے اچھی طرح جانتا ہے۔

ہدیہ نعت بحضور ﷺ سرورِ کونین کے بعد مولانا ڈاکٹر سرفراز اعوان کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ ڈاکٹر صاحب کا خطاب ''رسالت کا مفہوم'' بہت اثر انگیز تھا۔ آخری لمحات میں تو یہ رقت آمیز ہو گیا۔

کانفرنس بعثت رحمت عالم ﷺ '' کے پہلے حصے کے آخر میں حکیم خوشی محمد نے حضرت جی مدظلہٗ العالی کا نعتیہ کلام۔

تیری یاد ہم سفر ہے
تیری یاد دل رُبا ہے

پڑھا۔ حضرت جی کا کلام اور حکیم خوشی محمد کی آواز سے اکثریت کی آنکھیں پرنم تھیں۔ کیفیات و برکات کا اثر چہار سُو ایوان اقبال میں پھیل گیا۔ پروگرام کے دوسرے حصے کا آغاز ساڑھے گیارہ بجے ملک کے مایہ ناز اور قومی ایوارڈ یافتہ قاری جناب عبدالخالق صاحب کی پرسوز تلاوت سے ہوا۔ اگر مبالغہ آرائی نہ ہو تو کہنا پڑتا ہے کہ اللہ کریم نے قاری صاحب کو لحن داؤدی سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ان کی تلاوت سے ایوان اقبال کے در و دیوار جھوم رہے تھے۔ ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ کائنات ارض و سماء کے شہنشاہ کا کلام دلوں پر گہرے اثرات مرتب کر رہا تھا۔ محترم قاری صاحب پر علامہ اقبال کے یہ اشعار صادق آ رہے تھے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

حضور ﷺ دانائے سُبل، ختم الرسُل، مولائے کل کے حضور گلہائے عقیدت و محبت نچھاور کرنے کا شرف جناب عمر فاروق نے حاصل کیا، شیخ مکرم کا نعتیہ کلام ''مطلع انوار ہے شہر مدینہ دیکھ لو......'' پڑھا۔

ان کی نعت سے دیار محبوب ﷺ کی یاد دل پر مسلسل چوٹ لگا رہی تھی۔ دامن اشکوں کے موتیوں سے بھر رہے تھے۔

تعارف سلسلہ عالیہ کی سعادت خادم لاہور حضرت جی کے صاحب مجاز، امیر لاہور جناب خالد محمود چشتی نے کی۔ انہوں نے بتلایا کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا پودا یہاں حضرت مولانا اللہ یار خانؒ نے لگایا جو میانوالی کے ایک دور افتادہ گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کی محنت شاقہ سے سلسلہ عالیہ کا یہ پودا جلد پروان چڑھ کر ایک گھنے باغ کی شکل اختیار کر گیا۔ آپ کے بعد آپؒ کے جلیل القدر شاگرد مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی نے اُسے پوری دنیا میں پھیلایا۔ آج انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا کے لوگ صبح و شام حضرت شیخ المکرم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں سلسلہ عالیہ میں ذکر کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

خالد محمود چشتی صاحب نے شیخ مکرم کے علمی کام کا بھی تذکرہ فرمایا آپ کی تفاسیر اسرار التنزیل، رب دیا گلاں اور اکرم التفاسیر دور حاضر کی اپنے انداز کی بالکل منفرد تفاسیر ہیں۔ طریقہ ذکر اور شجرہ سلسلہ عالیہ بھی بتایا گیا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کانفرنس کے مہمان خصوصی لاہور ہائی کورٹ کے سابقہ چیف جسٹس خواجہ محمد شریف کے خطاب کا ایک ایک لفظ اطاعت و محبت رسول کا عکاس تھا۔

آپ کے مختصر و جامع خطاب کا حاصل یہ تھا۔

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اوّل ہے
اس میں ہو اگر کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

جسٹس صاحب کے خطاب کے اختتام پر سٹیج سے یہ شعر بھی پڑھا گیا۔

ہزار بار بشویم دھن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اب نگاہیں بار بار سٹیج کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ فوراً اعلان کیا گیا کہ ناظم اعلیٰ صاحب خطاب فرمائیں گے۔

حضرت شیخ المکرم کی طرح بھائی عبدالقدیر صاحب کا بھی سارا عہد شباب ایک ہی مشن میں گذر رہا ہے۔ اللہ کا ذکر اور محبت رسول ﷺ کے جام بانٹنا۔

تیرا ذکر میری زندگی، تیرا بھلانا میری موت
اور ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

خطاب شروع ہوتے ہی ہال میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ مادیت کی تاریکیوں کے دبیز پردے نگاہوں سے ہٹنے لگے آیہ مبارکہ کا بہت خوبصورت انداز سے آپ نے ترجمہ فرمایا، آپ ﷺ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو اتباع محمد رسول اللہ ﷺ اختیار کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہاری خطائیں اور لغزشیں معاف فرما دے گا اللہ غفور و رحیم ہے۔

صحابہ کرامؓ وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی خدمت اور صحبت کے لئے پسند فرمایا۔ ایک صحابی جو کہ بہت مفلس تھے، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ تو جنت کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور میں ادنیٰ مقام پر میں لیکن ایسی جنت کو لے کر کیا کروں گا جس میں آپ ﷺ کا قرب نہ ہو، آپ کی محفل نہ ہو، جواب اللہ کریم نے خود دیا کہ تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر تجھے جنت میں اللہ کے محبوب ﷺ کی محفل میں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

صاحبزادہ صاحب نے مزید وضاحت فرمائی کیا ہمارے معاشرے میں یہ ممکن ہے کہ ایک عام آدمی معاشرے کے کسی خاص آدمی سے جب چاہے ملاقات کر سکے اور پھر کیا وہ مفلس آدمی کو ٹائم دیتا بھی ہے ملنے کا، لیکن وہاں تو ایک محنت کش اٹھتا تھا اور جب چاہتا تھا ملاقات کر لیتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے حوالے سے فرمایا کہ آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ کبھی تھا نہیں لگا۔ آپ رسول ﷺ ہیں۔ کیفیات محمد رسول اللہ ﷺ حاصل کرے والا آج بھی روحانی طور پر خدمت اقدس میں حاضر ہو سکتا ہے۔

''بعثت رحمت عالم ﷺ'' کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب نے فرمایا اللہ کریم کی ذات نے نبی اکرم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور یہ وہ بارگاہ عالی ہے جس سے محبت اور عقیدت کے اپنے اصول و قوانین ہیں۔ مومنین کا ایک خاص رشتہ ہے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے اس لئے مومنین کو اپنے معاملات اور کردار کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ تعلیمات نبوت کے مطابق ہے کہ نہیں۔ یہاں ہر کوئی حقوق کی بات کرتا ہے، فرائض کی کوئی بات نہیں کرتا۔ اُنہیں نے کہا کہ ہمیں اوقات کار کا تعین کرنا چاہیئے کہ ان اوقات کو دنیوی زندگی کی لذتوں میں کتنا صرف کر رہے ہیں اور دین اسلام کے لئے کتنا صرف کرنا چاہیے۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا آج ملک جس طرح بدامنی اور دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے اس کا حل انصاف ہے۔ لوگوں کو انصاف مل جائے دہشت گردی اور بدامنی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ انہوں نے مزید فرمایا آج کل انقلاب کی بڑی باتیں ہو رہی ہیں اگر واقعتاً انقلاب لانا چاہتے ہو تو لوگوں کے دل زندہ کر دو، ان کی سوچ اور فکر مثبت بنا دو انقلاب خود بخود آ جائے گا۔

ناظم اعلیٰ کے خطاب کے فوری بعد شیخ المکرم کا ویڈیو خطاب شروع ہو گیا۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے امیر الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے فرمایا تمام عالم اسلام کا رشتہ بعثت عالی سے خصوصی ہے اور ولادت باسعادت سے ساری کائنات کا تعلق عمومی ہے اگر بعثت عالی نہ ہوتی تو ابوبکر، ابوبکر صدیقؓ نہ بنتے۔ تیئیس برسوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس نے ساری کائنات کی تقدیر بدل دی۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث نہ ہوتے۔ اگر ظہور اسلام نہ ہوتا تو ساری دنیا آج بھی جہالت کی تاریکیوں میں ڈوب رہی ہوتی۔ حکمرانوں اور عوام تک ہر ایک کو یاد دلا دو کہ ہم سب کا تعلق بعثت رحمت عالی سے ہے۔ الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر قرآن مجید میں جگہ جگہ موجود ہے لیکن اللہ کریم نے اپنے حبیب کا ذکر جہاں بھی فرمایا ہے وہاں نبوت و رسالت کے حوالے سے فرمایا ہے۔ یوں تو اس ماہ مبارک میں آپ کی ولادت باسعادت بھی ہے اور وصال مبارک بھی لیکن قرآن کریم نے جس چیز پر بحث فرمائی ہے وہ ہے بعثت عالی،

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران:164) خرابی تب پیدا ہوئی جب سیرت کے جلسے جلوس کی شکل اختیار کر گئے۔ مساجد سے نکل گئے، گھروں سے نکل گئے۔ گلیوں بازاروں میں آ گئے۔ پھر مزید خرابی تب پیدا ہوئی جب جلوس سے بھی جشن بن گیا۔ جلوس کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی ایک مقصد پر متفق ہو کر ایک نیت سے لوگ چلتے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ یہ سارے اس بات پر متفق ہیں۔ اس بات میں اتنی طاقت ہے۔ وہ بھی ایک حد تک قابل برداشت ہے۔ اب جشن ہو گیا۔ جشن کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس میں لاکھوں بندے بھی ہوں تو جو شخص اپنی خوشی کا اظہار جس طرح کرنا چاہے یعنی جشن کی حدود و قیود نہیں ہوتیں جس کا جو جی چاہے کرتا رہے۔ اب بھلا ذکر نبی ہو اور جشن ہو، یہ دو باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟ پھر بارگاہ رسالت کے وہ آداب کہاں جائیں گے۔ قرآن کے بیان کردہ قاعدے ضابطے کیا ہوں گے اور اس سے کیا حاصل ہوگا۔ بھائی اپنی خواہشات کے پیچھے مت بھاگو۔ دیکھو کون تشریف لایا ہے۔ جس کی ہر ادا نور ہے۔ نور ہدایت ہے۔ یہ نور کہاں سے آتا ہے سارے کا سارا نور۔ ساری انسانیت کو نصیب ہوتا ہے اور قیامت تک نصیب ہوتا رہے گا۔ وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود پاک۔ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت۔ آپ ﷺ کے ارشادات، آپ کے احکامات، آپ ﷺ کے اوامر و نواہی۔ آپ ﷺ کی اتباع، آپ ﷺ کی غلامی۔ ہر وہ بات جو حضور ﷺ کی اطاعت میں کی جائے وہ نور ہے۔ یہ وہی نور ہے جو لوگوں کے پاس پل صراط پر ہوگا۔ یہ نور اُن لوگوں کے پاس ہوگا جنہوں نے صحیح عقیدے و نظریے کے ساتھ صحیح طور اطاعت کی ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ اللہ کی کتاب، کتاب مبین بھی ساتھ لائے ہیں اس کو اپنا رہنما بناؤ، اس کو پڑھو، اس کو سمجھو، اس پر عمل کرو اور قرب الٰہی کی اعلیٰ منازل پاؤ۔

فرمایا ہمارے پاس ذکر رسول کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے۔ درود شریف دنیا و آخرت کے ہر کام کے لئے کافی ہے۔ دوسرے مسنون وظائف بھی ہیں، بزرگوں سے بھی ملتے ہیں لیکن، درود شریف سب کا جامع ہے، ایک صحابی نے عرض کیا میں نے تین حصے اپنا وقت دوسرے وظائف کے لئے اور ایک حصہ درود شریف کے لئے مختص کیا ہے آپ نے فرمایا اور بڑھالو تو اچھا ہے۔ انہوں نے عرض کی آدھا وقت درود شریف پر اور آدھا وقت دوسرے وظائف پر لگاؤں۔ فرمایا اور بڑھالو تو اچھا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! تین حصے درود شریف پر اور ایک حصہ دوسرے وظائف پر، آپ ﷺ نے فرمایا اور بڑھالو تو اور اچھا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! سارا وقت درود شریف ہی نہ پڑھتا رہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر ایسا کرو گے تو دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی پا لو گے۔ شیخ مکرم نے فرمایا جب یہ آداب سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے ذکر رسول سے روکتے ہیں۔ ذکر رسول ہر وقت ہو لیکن اس ہستی کی شان کے مطابق ہو۔

شیخ مکرم کے ویڈیو خطاب کے بعد صاحبزادہ بھائی عبدالقدیر اعوان صاحب کی دعا پر اس بابرکت محفل کا اختتام ہوا۔ اس کے فوری بعد صاحبزادہ صاحب صحافیوں کی نشست میں تشریف لے گئے۔ صحافیوں نے نفاذ اسلام کے ضمن میں بات کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ پاکستان کی آبادی کے اٹھارہ کروڑ یونٹ ہیں اور کوئی بھی ملک زمین سے نہیں افراد سے ہے۔ کیا میں اپنے چھ فٹ کے وجود پر اسلام نافذ نہیں کر سکتا جو کہ میرے دائرہ اختیار میں ہے۔

سوال: خود کش دھماکوں میں دونوں طرف سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ دونوں میں سے شہید کون ہے؟ واقعہ کربلا کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کیا دونوں طرف سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز نہیں آتی تھی۔ کیا کسی کو شبہ ہے کہ حق پر کون ہے کون نہیں۔ جو ظالم ہوگا وہ حق پر نہیں ہوگا۔ فرمایا اس مثال کو سامنے رکھیں۔

سوال: فرقہ واریت کی ہوا چل رہی ہے۔ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر؟

فرمایا انسان کے پاس جو قیمتی چیز ہے وہ اس کی جان ہے۔ آگے

غزوہ احد کی مثال دیتے ہوئے فرمایا غزوہ احد میں ایک بندہ بڑی بے جگری سے لڑتا ہوا شہید ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ عرض کیا گیا وہ تو بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ فرمایا نہیں یہ صرف اس لئے لڑ رہا تھا کہ قبیلے کے لوگ اس کی تعریف کریں۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا اب جو درجہ شہادت ہے وہ شہید اور رب کے درمیان راز ہے۔ رب تعالیٰ جانتے ہیں کہ کون شہید ہے۔ ہم حالات وواقعات کا یقین کر کے دیکھتے ہیں کہ ظلم کون کر رہا ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا میں اس ماہ مبارک کے حوالے سے تمام مکاتب فکر سے عرض کروں گا کہ کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کم از کم اس ماہ مبارک کے صدقے ہمیشہ امت کی بہتری کے لئے کام کریں۔ بقیہ ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہوگا۔

آخری سوال: شیخ مکرم کے وڈیو بیان کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ہر طرف آج کا بیان چلنا چاہیے تاکہ لوگوں تک پیغام پہنچ سکے۔ صاحبزادہ صاحب نے جواب میں فرمایا مکلف ہوں اپنی ذات کی حد تک۔ جتنی اللہ کریم نے مجھ استطاعت دی ہے اُس حد تک پہنچا رہے ہیں۔ اس میں ضرورت ہے ان لوگوں کی جن کو اللہ نے دسترس دی ہے کیونکہ میری آواز کمرے تک محدود ہے اللہ میڈیا والوں سے کام لے جو یہ پیغام معاشرے تک پہنچا دیں۔

تصحیح

پچھلے شمارے میں خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ماہ وصال جمادی الاوّل لکھا گیا۔ جو درست نہیں ہے۔ آپ کا ماہ وصال جمادی الثانی ہے۔

☆☆☆

خوشخبری

دارالحفاظ کا قیام

تعصب، فرقہ بندی اور ہر قسم کی مار پیٹ سے پاک ماحول میں شیخ المکرم کی صحبت میں معیاری حفظ قرآن کی تکمیل کے لیے دارالعرفان منارہ، چکوال میں بورڈنگ اور میسنگ کی سہولت کے ساتھ دارالحفاظ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے اپنے بچوں کو حفظ قرآن کرانے کے خواہشمند انہیں کو فوری طور پر داخل کروائیں۔

داخلے جاری ہیں

رابطہ 0343-1723618, 0543-562200

ضرورت رشتہ

ایک لڑکا، سلسلہ عالیہ سے تعلق، عمر 42 سال، سمارٹ، ذاتی کاروبار کے مالک کے لئے سلسلہ عالیہ کی ساتھی بیوہ/طلاق یافتہ کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

رابطہ نمبر:

0321-7635088

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لئے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن منیجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35180381

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم **امیر محمد اکرم اعوان** مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ **0543-562200**

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کیلئے تصوف کا مرکز بن چکی ہے، یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012ء کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر کام جاری ہے اور یہ تکمیل کے مراحل میں ہے اس کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں اور آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کریں

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلی کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کرسکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

a fight, then such a statement in spite of being true will soil the heart.

A 'truth' is a statement which is based on facts and purity of intention; that is Sidq-e-Maqal. It has to be aimed at the betterment of others. Merely stating reality is not Sidq-e-Maqal, but when you relate reality with the intention of betterment then it is Sidq-e-Maqal.

Q.No4: The Prophet (SAWS) said that "The one who takes bribe and the one who gives bribe are both destined for Hell." Today bribe has been labeled as 'fees' and is openly being negotiated. It has become very difficult to even get our genuine rights so what should be done in order to get our rightful things done? Please explain.

Ans: Bribery has many faces and we often take it only as money. When we give money to get something which is not rightfully ours, it is bribe, but when we use our contacts to get something which is not our right is also bribe.

There are many different ways employed to get our goal, for instance a person enjoys a certain position or office and he uses his position to acquire benefits or things which he is not entitled to, that too is bribe.

The Prophet (SAWS) said that "The one who takes bribe and the one who gives bribe are both destined for Hell." The one who gives bribe will go to Hell because he is employing means to get something which he knows is not his right, hence he is also guilty, along with the one who takes bribe from him to give him illegal favours. So, both are equally guilty of the same crime.

The question that if you are not getting your rightful dues without paying bribe and you are forced to pay money as bribe you will not be deemed as the giver of bribe,would you still be deemed as guilty? In fact, scholars have discussed this issue at length and they agree that a person who forces a person to give him a bribe for his genuine rights is not only 'Murtashi' i.e. one who takes bribe but also is a dacoit. Just as a dacoit demands valuables from his victims and threatens to kill them if they do not comply, and the victims give him what he wants in order to save their life. So a person who is forced to give bribe for getting his genuine rights is like the victim who was plundered, and the one who is taking bribe, is also plunderer, a dacoit,

There are many people who have to struggle to get what is rightfully theirs, for instance pensioners have a right to get pension, some have a claim over a piece of land and so on and so forth. When they cannot get these rights without paying bribe, then instead of losing it all, if one has to pay bribe and get his right then this will not be classified as bribe, but a plunder, and the one taking the bribe will be classified as a plunderer, as a dacoit.

Now this is known to Allah or to the person himself whether he is giving money under duress or is giving to acquire benefits illegally. A person is entitled to one lac rupees; he is demanded to pay ten thousand as bribe in lieu of payments, then he must save ninety thousand at least and pay ten thousand. This payment will not be termed as bribe, but as plunder, which is ahead of bribe.

(To be Continued)

then the beneficence of Prophet (SAWS) comes directly upon the fifth latifa.

Q.No2: In Nisbet Owaisiah, what is the importance of Shaikh's company?
Ans: Not only in Nisbet Owaisiah, Shaikh's company enjoys a unique status in all spiritual Orders. It is commonly known that a person who lives away cannot attain so much beneficence even if he is very noble, as much as a person who lives in Shaikh's company, though he may not be as noble. The beneficence of company and attention (Tawajjuh) is multiple in nature.
Allah has revealed in the Quran,what will be the highest degree of punishment in Hell; the people in Hell will scream and beg the Angels on duty to request Allah to alleviate their suffering just for a single day. The Angels will say, "Allah's Prophets and Messengers (A.S.) came to you but you refused to listen to them, so now call upon Allah yourself." Hence, they will call upon Allah but " the prayer of those without faith(imaan) is futile" (Al-Raad 14). In other words, if Allah would listen to their supplication HE would indeed be paying attention to them, whereby they are bound to receive some blessings. Similarly when someone makes a request before the Prophet (SAWS), whether He (SAWS) replies him or not, the person receives His (SAWS) attention. If the Prophet (SAWS) replies him back then the attention becomes manifold, but even His (SAWS) glance gives attention. A single glance makes a person a 'Companion'. Since a Shaikh is a custodian of the Prophetic Blessings or barakaat hence Shaikh's company means 'staying in his presence.' This forty-day programme is purely based on Shaikh's company. It does not require that a person is always physically present before the Shaikh, but it is important the Shaikh is attentive towards him with his heart and mind. Details have been given on this in 'Tareeq us salook'; please develop a habit of reading, and at least read the books which are for spiritual training.
Hazrat Allah Yar Khan (R.U.A) would say that when a Shaikh writes a letter to his disciple it is a great source of his attention as his heart, mind and hands are all involved. He writes with his hand and his eyes are also focused on the paper, hence many forms of attention come together in a letter. I have two folders that preserve the letters of my Shaikh. Even today when I read any of his letters I get the same feelings which I used to get in his company. The paper and ink may look worn out but the attention and blessings I get each time are new.

Q.No3: What does the term 'Sidq-e-Maqal' in Kanooz-e-Dil mean?
Ans: Sidq-e-Maqal is a commonly used term. Maqal means speech, word, saying and Sidq means 'truth'. So it means to say the truth without any adulteration. 'Truth' refers to speaking the facts without polluting it with any additions. Truth is that which is free from all forms of adulteration.
A statement may be true but if a person conveys it to a person only to instigate him so that he may end up in

Translated Questions and Answers of Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

THE EXALTED ORDER AND THE SHAIKH'S STATUS

Q-No1: Please explain how the leading Prophets (A.S) of their era groom the lataif of seekers.

Ans: The Prophets (A.S.) are of three kinds; one are Prophets (Nabi), the second are Prophets as well as Messengers, while of these some are called Resolute Messengers. It is a divine law that things are inter related in this universe. The Messengers are those who received Divine Commandments in the form of Books or Scriptures, while the Prophets (A.S) are those who revived an earlier religion and carried it on. The Resolute ones (Ulu-ul-Azam) among them are the ones who are the sources of the Light of Prophethood. The fountainhead of this entire system is the Blessed Hazrat Muhammad (SAWS) and with him (SAWS) are six Resolute Messengers (A.S). This makes seven Resolute Messengers in all. The six noble Resolute Messengers are the ones who derive beneficence (faiz) directly from Hazrat Muhammad (SAWS) and serve as a source of conveying this beneficence to other Prophets (A.S).

So, Hazrat Muhammad (SAWS) and the other six Resolute Messengers are the seven noble personalities from whom beneficence is afforded to every 'wali' or a saintly person. This is a divine design, a system devised by Allah.

The entire universal system is inter-connected and effects pass on from one thing to another. A tree grows from a seed, but a series of events precedes it. First of all water reaches the soil, then the elements of soil blend with water and then sunlight provides the required heat and thus many factors put together cause the seed to split and the plant to come out. This is a world of causes and effects and this is a Divine system of the Most Gracious Allah. Similarly in the spiritual or the intrinsic world the fountainhead of all the feelings and the link between the Universe and Allah is the noble personage of Hazrat Muhammad (SAWS), the Messenger of Allah. The Exalted and Resolute Messengers of Allah receive beneficence from the Exalted Messenger (SAWS) The other Prophets and Messengers of Allah receive beneficence from the Resolute Messengers (Ullu-ul-Azam) and then it is transmitted to the universe. Hence the subtleties or lataaif of the Ruh are associated with the Resolute Messengers of Allah, through whom the beneficence of Prophethood(barkaat-e-nabowat) is afforded to the subtleties (lataaif) and

closed. Turning back, they then took the Rawalpindi Chakwal Road towards Talla Gang. The road was slippery due to rain with the result their wagon skidded into fields and it took hours to get it back on to the road. When they finally arrived in Chakrala, the Ijtema' was about to disperse, but they managed to spend the last few moments in Hazrat Ji rua's company, and as soon as the Ijtema' prayer was over, they started on their way back. To an ordinary person, a long and arduous journey for just a few moments in Hazrat Ji rua's company, might seem like an imbecility, but if the truth be known, the few moments in the presence of a Shaikh far outweigh the travails of the journey.

A moment spent in the presence of an accomplished Wali
Is better than a hundred years of ardent worship.

Beyond the Veils of Barzakh

Often persons gifted with spiritual insight were also present in the assemblies held with Hazrat Ji rua and he would tutor them in spiritual dialogue and spiritual observation. In one such assembly when Khawajah Moinuddin Chishti rua and Piran-e Pir rua (Hazrat Abdul Qadir Jilani rua) were mentioned, HazratJi rua said, Although the Path of the Sufis is the same but the method of observance is different. Pir Sahib rau is a very great personality, very great. He (Khawajah Moinuddin Chishti rau) is Sultan al Hind and he (Hazrat Piran-e Pir) is the Sultan of that country (Iraq), but I came to know of someone even higher than them in Iraq. He belongs to the Sha'afi sect...is an accomplished scholar, a great jurist. Even now when he communicates spiritually, he adheres to the Book and Sunnah, but he is invisible and ordinary people do not know him.'

'Here, in Dir State there is a Ghauth. I asked him spiritually if there were any Ghauth before you or were you the first. He replied, 'Two have passed before me and he pointed that way (towards Iraq). I had some Ahbab of the Silsilah with me, I asked them to see for themselves. Ordinary people cannot understand these things, do not mention this in front of them because even their ancestors did not hear such things. Everything is superfluous, for this reason I restrain myself. Ordinary people cannot comprehend these matters.'

The Ghauth of Dir State had pointed me towards him. I asked him what was the difference between him and Ghauth Sahib (Hazrat Abdul Qadir Jilani) He replied, 'There is a great difference.' Pir Sahib was right in saying: 'My foot is on their necks'. The meaning of this phrase is not what people have understood. Secondly, he spoke about his own period. This is now a new period . This is up to your (Hazrat Ji rua's) period. It will be followed by another period. These periods are completely separate. The statement of the Pir Sahib means that 'wherever I step, anyone who deviates from my path will break his neck (anyone who does not follow me exactly, will break his neck), he will lose his way'. It does not mean that 'my foot is on the necks of the Aulia Allah'. (To be Continued)

worth noting. After Ishraq, when HazratJi rua's assembly commenced, he started asking Hazrat Ji rua questions, one after the other, to which Hazrat Ji-rua gave satisfactory answers. However, Hazrat Ji rua noticed that one of his questions had a touch of objection. Instead of answering him Hazrat Ji rua asked him, "With what intention did you come here?"

He replied, 'Hazrat, I have come for Bai'at'.

Hazrat Ji rua answered, "Then do not ask questions as a critic, but ask them only to remove your doubts."

This is the demand of etiquette in the presence of a Shaikh! He understood immediately, and assumed the attitude of submission and obedience and made Bai'at on Hazrat Ji rua's blessed hand before leaving .

Before the end of the monthly Ijtema', a schedule of program for following month's activities would be presented to Hazrat Ji rua for his approval. Once there was a discussion on an advertisement about an assembly (Jalsah) to be presided by Hazrat Ji rua. According to his own understanding the advertiser had attached titles such as 'Ghauthe Zaman' and 'Qutb e Dauran' to Hazrat Ji rua. When he heard this he smiled and said, "Ghauth and Qutb are presently sitting at my feet." The author glanced around him and saw that it was exactly as he had stated; the Ghauth and Qutbs of the time were all present in the assembly.

At the conclusion of these soul moving Ijtema', the new Ahbab would make a Bai'at on Hazrat Ji-rua's hand, and then the Ijtema' would conclude. Ahbab would travel hundreds of miles to spend these few moments in Hazrat Ji rua's company. His instructions for them was to refrain from eating in hotels on the way because effects emitted from Bazaar food, unclean utensils, doubtfully slaughtered animals and food prepared by persons who do not offer Salah would influence the blessings received by this journey. To avoid this, Ahbab would carry their food from home or else make do with fruit on the way.

Once, the author was travelling in the company of some new Ahbab and had to stop at a hotel for food. It was during the first ten days of Muharram. During their meal a tape was played and the religious tenets of the hotel proprietors were manifested, the effects of which were revealed when despite spending the night in Hazrat Ji rua's home, none of the Sathis could get up for Tahajjad and they just managed to offer the Fajr Salah before sunrise. This was a unique occasion in the presence of Hazrat Ji rua, in which the Tahajjad Nawafil and the Zikr were completely missed. For this reason it is stressed that the Salik (student) should exercise utmost care in ensuring that his food is not only halal but also pure.

Only a person endowed by special insight by Allah swt can appreciate the value of the precious moments spent in Hazrat Ji rua's presence at the Chakrala Ijtema'. Once a contingent of Ahbab left the frontier region for Chakrala but when they reached near Talla Gung they found the road

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

From Previous Month

CONGREGATIONS

The topic changed and Hazrat Ji rua mentioned that he had been reading a book by one of the very great ancient Sufis. "Instantly I felt he must be a very great Sufi, but when I focused on Barzakh, I found him under severe punishment, so much so that he could hardly speak. I asked to be allowed in the presence of the Holy Prophet saws and petitioned that the Sufi had written famous books on Religion and we consider him a great Sufi and he is in this condition! The Holy Prophet saws replied, "Ask him why he is in this condition." I attended to him again and in a voice feeble with weakness, he told me, 'I had great faith in my Kashf, when the Angel came to take my Rooh, I saw two different paths. Relying on my Kashf, just as I lifted my foot to place it on the path it suggested, that very instant all the Stations of Sulook I had covered were taken away. Had I placed my foot on the path I would have even lost my Iman. Due to my doubt and vacillation I am suffering till today.' Then Hazrat Ji-rua said, "I petitioned the Holy Prophet saws and he saws, then glanced towards him which lifted his torment. Thereafter I made a lot of effort with him and took him up to the Station of Fana fir Rasool saws. When I asked if he wanted to go further, he said I had done him a great favour and that he did not have the stamina to go further."

When Qari Sahib heard this, the 'Maulvi' in him made him think that Hazrat Ji rua was speaking about his own greatness. Immediately Hazra Ji rua said, "I am a sinner, a nobody, the worst of the creatures in this world, I was nothing...." For a long while after this Hazrat Ji rua expressed his humility, lowliness and humbleness. In this Ijtema' Maulana was sitting face to face with Hazrat Ji rua and in his own words, 'I felt such intense heat in my body that I felt like tearing off all my clothes.' Qari Sahib had come accompanied by his objections but when the occasion arose to take Bai'at, he was seen taking the lead in making Bai'at on Hazrat Ji rua's hand.

At another Ijtema', Hafiz Maulana Muhammad Riaz Asharfi who was the religious correspondent of Jang Newspaper and answered readers' queries concerning religion, accompanied some Ahbab from Rawalpindi and presented himself to Hazrat Ji rua. He was a diabetic and had very weak eyesight. Despite the severe cold of Chakrala and the shortage of facilities in the small Masjid in Hazrat Ji-rua's locality, his enthusiasm and effort at Tahajjad was

Jamadi ul Sani 1435h

April 2014

ماہنامہ المرشد

اللہ رسول محمد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَالذَّاكِرَاتِ (مسلم)

Narrated By Hazarat Abu Huraira
The Prophet S.A.W.S Said "the Mufrids Have Excelled.
"The Companions Asked:" Who Are The Mufrids?".
The Propht S.A.W.S Said: "Men And Woman Who
Excessively Remember Allah ."(muslim)

The Purification of "Qalb" (Subtle heart) is the motive behind Zikr Allah. This indeed is "Tassawuf" that when we do something it is not superficial but with our heart.

Al-Sheikh Mualana
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL #115
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWNSHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7-پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255